1

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

3تا9 جنوری2012ء/8تا14صفرالمظفر1433ھ

اس شمارے میں

کہاں ہیں وہ لوگ؟

مذہب کا کفن؟

بنی اسرائیل کا مجرمانہ کردار

بلوچستان کچھ کہہ رہا ہے!

خلافت فرض کیوں؟

عذابوں کا تسلسل کیوں؟

قوم کو بزدل بنانے کی سازش

سلام کی فضیلت

خلافت راشدہ اور اسلامی فلاحی ریاست

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

استحکام وبقاءِ پاکستان کے ناگزیر لوازم

ملک وملت کے استحکام ہی نہیں، بقا تک کے لیے حسبِ ذیل چیزیں ناگزیر اور لازمی ہیں:

☆ ایک ایسا طاقتور انسانی جذبہ جو جملہ حیوانی جبلتوں پر غالب آ جائے اور قوم کے افراد میں کسی مقصد کے لیے تن من دھن لگا دینے حتیٰ کہ جان تک قربان کر دینے کا مضبوط ارادہ اور قوی داعیہ پیدا کر دے۔

☆ ایک ایسا ہمہ گیر نظریہ جو افرادِ قوم کو ایک ایسے مضبوط ذہنی وفکری رشتے میں منسلک کر کے بنیانِ مرصوص بنا دے جو رنگ، نسل، زبان اور زمین کے تمام رشتوں پر حاوی ہو جائے اور اِس طرح قومی یک جہتی اور ہم آہنگی کا ضامن بن جائے!

☆ عام انسانی سطح پر اخلاق کی تعمیرِ نو جو صداقت، امانت، دیانت اور ایفاءِ عہد کی اساسات کو از سرِ نو مضبوط کر دے اور قومی وملی زندگی کو رشوت، خیانت، ملاوٹ، جھوٹ، فریب، ناانصافی، جانبداری، ناجائز اقربا پروری اور وعدہ خلافی ایسی تباہ کن بیماریوں سے پاک کر دے۔

☆ ایک ایسا نظامِ عدلِ اجتماعی (System of Social Justice) جو مرد اور عورت، فرد اور ریاست، اور سرمایہ اور محنت کے مابین عدل واعتدال اور قسط وانصاف اور فی الجملہ حقوق وفرائض کا صحیح وحسین توازن پیدا کر دے!

تحریکِ پاکستان کے تاریخی اور واقعاتی پس منظر، اور پاکستان میں بسنے والوں کی عظیم اکثریت کی فکری وجذباتی ساخت، دونوں کے اعتبار سے یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ اس ملک میں یہ تمام تقاضے صرف اور صرف دین ومذہب کے ذریعے اسلام کے حوالے اور ناتے سے پورے کیے جا سکتے ہیں۔

استحکام پاکستان

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ ہود

(آیات 7تا11)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَلَىِٕنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ
مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧﴾ وَلَىِٕنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ
لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ۭ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٨﴾ وَلَىِٕنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا
رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ﴿٩﴾ وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَاۗءَ بَعْدَ ضَرَّاۗءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّـيِّاٰتُ عَنِّيْ ۭ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ
فَخُوْرٌ ﴿١٠﴾ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿١١﴾

’’اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔ (تمہارے پیدا کرنے سے) مقصود یہ ہے کہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے اور اگر تم کہو کہ تم لوگ مرنے کے بعد (زندہ کرکے) اٹھائے جاؤ گے تو کافر کہہ دیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ اور اگر ایک مدت معین تک ہم ان سے عذاب روک دیں تو کہیں گے کہ کون سی چیز عذاب کو روکے ہوئے ہے؟ دیکھو جس روز ان پر واقع ہوگا (پھر) ٹلنے کا نہیں اور جس چیز کے ساتھ یہ استہزا کیا کرتے ہیں وہ ان کو گھیر لے گی۔ اور اگر ہم انسان کو اپنے پاس سے نعمت بخشیں پھر اس سے اس کو چھین لیں تو ناامید (اور) ناشکرا (ہو جاتا ہے) اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد آسائش کا مزہ چکھائیں تو (خوش ہو کر) کہتا ہے کہ (آہا) سب سختیاں مجھ سے دور ہو گئیں۔ بے شک وہ خوشیاں منانے والا (اور) فخر کرنے والا ہے۔ ہاں جنہوں نے صبر کیا اور عمل نیک کئے۔ یہی ہیں جن کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔‘‘

خالق کائنات نے آسمان اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ اُس کا عرش پانی پر تھا، اس کے کیا معنی ہیں؟ میرے نزدیک یہ آیت اب بھی متشابہات میں سے ہے۔ لیکن ایک انداز ایسا ہے جس سے محسوس ہوتا ہے کہ اس طرف اشارہ کیا جا رہا ہو کہ یہ دنیا بنی تو زمین ٹھنڈی ہونے لگی اور اس سے بخارات نکلے اور اس کے اردگرد کی فضا میں گیسیں پھیلیں۔ ان گیسوں کے اندر ہائیڈروجن اور آکسیجن سے پانی پیدا ہوا، اور لاکھوں سال تک بارشیں ہوتی رہیں۔ پھر زمین جب سکڑ گئی تو اس میں نشیب و فراز پیدا ہو گئے۔ جب مزید بارشیں ہوئیں تو سمندر وجود میں آئے۔ ابھی زمین پر کوئی اور مخلوق نہیں تھی، یہاں صرف پانی تھا یا پہاڑ تھے۔ اس پانی اور مٹی سے دلدلی علاقے بنے جہاں حیات کی مختلف شکلیں پیدا ہوئیں، چاہے وہ نباتاتی حیات تھی یا حیواناتی حیات۔ تو یہ وہ دور ہے کہ جب زمینی مخلوق نہ تھی، نہ خشکی کے جانور، نہ سمندر کی مخلوق، اس وقت اللہ تعالیٰ کا تخت حکومت زمین کی حد تک پانی کے اوپر تھا (واللہ اعلم)۔ آگے زندگی کی غرض و غایت بتائی جا رہی ہے۔ انسانی زندگی کا جو حصہ اس دنیا میں گزرتا ہے، اس کا اصل مقصد ہے امتحان ہے۔

قلزم ہستی سے تو ابھرا ہے مانند حباب　　　اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

اب یہاں کفار کی ہٹ دھرمی کا ذکر کیا کہ وہ قیامت کا کھلم کھلا انکار کر رہے ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ تمہیں موت کے بعد اُٹھایا جائے گا تو یہ کافر یہی کہیں گے کہ نہیں یہ تو کھلا جادو ہے۔ اور اگر ہم اُن سے اپنا عذاب ایک معین مدت تک کے لیے مؤخر رکھیں تو وہ کہتے ہیں کہ کس چیز نے وہ عذاب روک رکھا ہے، اے محمدؐ بہت سال ہو گئے، آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ عذاب آئے گا، تو کہاں ہے وہ عذاب؟ فرمایا، دیکھو، جس دن وہ عذاب اُن پر آئے گا پھر یہ ان سے پھیرا نہیں جائے گا اور اُن کو وہ تمام چیزیں گھیرے میں لے لیں گی، جن کا یہ مذاق اُڑاتے تھے۔

یہاں انسان کی کمزوری اور جلد بازی کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ اگر ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت کا مزا چکھاتے ہیں یعنی اُس کو خوشی دیتے، دولت عطا کرتے یا کسی اور بھلائی سے نوازتے ہیں اور پھر اُسے چھین لیتے ہیں تو وہ مایوس اور نہایت ناشکرا ہو جاتا ہے۔ اس بات کو بھول جاتا ہے کہ کبھی اللہ کی نعمت بھی مجھے میسر تھی اور اللہ کی نگاہ کرم مجھ پر تھی۔ آج سختی آ گئی ہے تو کبھی نرمی بھی تھی۔ سختی اور نرمی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اللہ کا ہر حال میں شکر کرنا چاہیے اور صبر کرنا چاہیے۔ اگر ہم اُسے نعمتوں کا مزہ چکھائیں بعد اس کے کہ اُس کو کوئی تکلیف پہنچی ہوئی تھی، تو وہ کہتا ہے بس جی میرے دلدر دور ہو گئے، ساری برائیاں اور مصیبتیں ختم ہو گئیں۔ اب وہ فرح اور فخور بن جاتا ہے، یعنی اتراتا اور فخر کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے محنت اور کوشش کی، میں نے یہ تدبیر کی، جس کی وجہ سے میرا کاروبار جو ختم ہو رہا تھا، اب بالکل ٹھیک ہو گیا ہے۔ گویا انسان ہر حال میں اللہ سے دور ہے۔ یہ نہیں جانتا کہ جو بھی معاملہ آیا وہ اللہ کی طرف سے تھا، خیر ہو یا شر ہو وہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ وہ اس بات کو بھول جاتا ہے، سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے صبر کی روش اختیار کی، یعنی یہ بات سب لوگوں کی نہیں۔ اس کے برعکس جن لوگوں نے ایمان لایا اور ایمان کے نتیجہ میں اُن کے اندر صبر پیدا ہوا اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ان کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے۔

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کہاں ہیں وہ لوگ؟

کہاں ہیں وہ لوگ جو نام نہاد دہشت گردی کے خلاف بے چہرہ اور بے سروپا جنگ کو اپنی اور پاکستان کی جنگ کہتے تھے؟ کہاں ہیں وہ لوگ جو امریکہ کو اپنا دوست قرار دیتے تھے اور اُس کے فرنٹ لائن اتحادی ہونے پر فخر کرتے تھے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنے قبائلی مسلمان بھائیوں کے ظالمانہ اور وحشیانہ قتل عام پر خوشی کا اظہار کرتے تھے اور میڈیا پر بڑھ چڑھ کر کہتے تھے آج اتنے دہشت گرد ہلاک کر دیئے گئے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو سفید سامراج کے افغانستان پر جابرانہ اور غاصبانہ قبضہ کے خلاف آزادی کی جنگ لڑنے والوں پر طعن کرتے تھے اور اُن کے بارے میں ٹیلی ویژن چینلز پر توہین آمیز اور بیہودہ گفتگو کرتے تھے۔ جنہوں نے لفظ طالبان کو گالی بنا دیا تھا اور میڈیا پر مجاہدینِ افغانستان کے بارے میں ایسا تاثر قائم کر دیا تھا جیسے وہ وحشی درندے ہوں، جیسے وہ انسانیت کے دشمن ہوں، جیسے جنگ کی آگ اُن ہی کی بھڑکائی ہوئی ہے، جیسے خطے کا امن انہوں نے ہی غارت کیا ہے۔ حالانکہ اِس خطے پر بارود کی بارش تو امریکہ کر رہا تھا۔ سمارٹ بموں اور ڈیزی کٹر جیسے مہلک اور تباہ کن ہتھیاروں کا استعمال تو امریکہ کر رہا تھا۔ افغانستان میں ہنستی کھیلتی بستیوں کو تو امریکی طیاروں کی بمباری نے راکھ کے ڈھیر میں بدلا تھا اور یہی کام وہ پاکستان میں ڈرون حملوں سے کر رہا تھا۔ افسوس تو یہ ہے کہ عوام کی اکثریت بھی اُن کے بہکاوے میں آ کر طالبان کے بارے میں غلط تاثر قائم کر چکی تھی۔ پاکستان میں ہونے والی ہر دہشت گردی اور تخریب کاری اُن کے کھاتے میں ڈال دی جاتی تھی۔ اسلام سے بیر رکھنے والے اِن نام نہاد دانشوروں اور متعصب، جانبدار میڈیا اداکاروں کا گُرو اور ”سب سے پہلے پاکستان“ کا جھوٹا اور منافقانہ نعرہ لگانے والا بزدل جرنیل پرویز مشرف پاکستان سے راہ فرار اختیار کر چکا ہے۔ ہم اِن لوگوں سے سوال کرتے ہیں کہ جب ریمنڈ ڈیوس کا معاملہ سامنے آیا، پھر ایبٹ آباد آپریشن ہوا جس کے بعد ہماری عسکری قیادت کی آنکھوں سے پٹی اتری اور جب PNS کراچی کے سانحہ پر تحقیقات میں امریکہ کی پروردہ تنظیم جنداللہ کے ملوث ہونے کا انکشاف ہوا تو امریکی اور پاکستان کی عسکری قیادت میں تناؤ آیا، جس کے نتیجہ میں ISI نے سی آئی اے سے ناتا توڑا اور امریکیوں کو بلا اجازت پاکستان میں گھومنے پھرنے سے روکا گیا تب پاکستان میں دہشت گردی اور تخریب کاری ختم کیوں ہوگئی۔ پھر وہ طالبانِ پاکستان اچانک غائب کیوں ہوگئے جو کبھی لاہور کی بارونق مارکیٹوں کے دھماکوں سے اُڑائے جانے کے فوراً بعد حادثہ کی ذمہ داری قبول کرتے تھے۔

جن لوگوں کے بارے میں ہم نے آغاز میں سوال کیا ہے کہ وہ کہاں ہیں۔ قارئین نوٹ کر لیں کہ وہ کہیں نہیں گئے، یہیں موجود ہیں۔ حالات کی تبدیلی نے بلکہ صحیح تر الفاظ میں عوام اور خواص پر حقیقت منکشف ہونے اور اصل مجرموں کے چہرے سے پردہ اُٹھنے پر انہوں نے مصلحت کے تحت خاموشی اختیار کی ہے۔ اُن کا جھوٹ کُھل گیا ہے۔ اُنہیں عوامی غیظ و غضب سے بچنا ہے، لیکن اُن کی سامراج دوستی اور مسلم دشمنی میں فرق نہیں آیا۔ اُنہوں نے صرف میڈیا پر گفتگو کا رخ پھیر دیا ہے۔ وہ دانشور اور تبصرہ کار جو سوات آپریشن کرنے پر اور جنوبی وزیرستان پر پاکستانی فوج کے حملہ آور ہونے پر فوج کے مداح بلکہ عاشق ہوگئے تھے، انہوں نے طالبان کے بارے میں تو چپ سادھ لی ہے، البتہ اب انہوں نے اپنی توپوں کا رخ فوج کی طرف کر لیا ہے۔ اب اُنہیں سِول حکومت کی فوج پر بالادستی کا اصول یاد آ گیا ہے۔ اب وہ بات بات پر فوج اور آئی ایس آئی کے سربراہ کا استعفا طلب کرتے ہیں۔ اب وہ اپنے آقا امریکہ بہادر کی نئی حکمت عملی کا انتظار کر رہے ہیں اور امریکہ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ افغانستان میں اپنی ذلت آمیز شکست کے زخم تو چاٹ رہا ہے لیکن اپنے عوام کے سامنے سرخرو ہونے

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

3 تا 9 جنوری 2012ء — جلد 21
8 تا 14 صفر المظفر 1433ھ — شمارہ 1

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

کے لیے پاکستان کو تباہ و برباد کرنے پر تلا ہوا ہے۔ وہ اپنی چالبازیوں سے پاکستان کی سیاسی حکومت اور عسکری قیادت کو آمنے سامنے لے آیا ہے۔ لہٰذا امریکہ کچھ انتظار کرے گا۔ اگر پاکستان کی فوج اور حکومت باہم جنگ میں ملک کو تباہ کرتے ہیں تو اُس کا کام بغیر ہنگ اور پھٹکری لگائے نکل آئے گا، وگرنہ وہ خود میدان میں اترے گا اس لیے کہ یہودیوں کا دباؤ بھی ہے اور ناک کا مسئلہ بھی ہے۔

قارئین کرام! ہم نے طاغوتی قوتوں کے ہمنوا سیکولر دانشوروں اور سیاسی حکومت کے بارے میں جو کچھ عرض کیا ہے اُس کا اصل مقصد یہ ہے کہ محبّ وطن اور اسلام دوست پاکستانیوں خصوصاً اسلامی جماعتوں کی توجہ اِس جانب مبذول کروائیں کہ پاکستان کا دفاع ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگا کر نہیں ہوسکتا اور سچی بات یہ ہے کہ اسلام پسند جماعتوں کے اس اتحاد سے بھی نہیں ہوسکتا چاہے اس کا نام ''دفاع پاکستان کونسل'' رکھیں یا کوئی اور نام رکھ لیں۔ اس لیے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان کا دفاع نظریہ پاکستان کی عملی تعبیر یعنی نفاذ اسلام کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ پاکستان میں سیکولر نظامِ حکومت پاکستان کے جواز ہی کو ختم کر دیتا ہے اور جس چیز کا حقیقی جواز ختم ہو جائے اُسے مصنوعی طریقوں سے کھڑا نہیں کیا جاسکتا۔ ہم اِس امید پر دفاع پاکستان کے نام سے متحد ہونے والی اسلامی جماعتوں کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اسے خوش آئند قرار دیتے ہیں کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ اتحاد پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کی طرف بڑھے گا اور بالآخر محمدیؐ ورلڈ آرڈر قائم کرنے کے لیے بھرپور جدوجہد کی جائے گی۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو، لیکن اگر انتخابات کی صدا لگنے پر یہ جماعتیں پاور پالیٹکس میں اپنا حصہ وصول کرنے کے لیے اس تحریک کو بیچ میں چھوڑ گئیں یا کسی غیر آئینی قدم سے اِس حکومت کو ختم کرنے پر اس تحریک سے لاتعلق ہوگئیں اور اِس تحریک سے وہی سلوک کیا جو ضیاء الحق کا مارشل لا لگنے پر پاکستان قومی اتحاد نے تحریک نظام مصطفیٰ سے کیا تھا تو ہم کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے بے پروا ہو کر یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ یہ تحریک دفاع پاکستان کی بجائے پاکستان کی مکمل تباہی کا باعث بنے گی۔ اور غیروں کا یہ طعن حقیقت سمجھا جائے گا کہ بعض نادیدہ قوتیں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اِس اتحاد کو استعمال کر رہی تھیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اسلام کے نام پر بننے والی یہ جماعتیں پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے حوالے سے عملاً اپنا خلوص ثابت کریں گی۔

ہم اسلامی جماعتوں کے قائدین اور کارکنان سے ایک اور گزارش کریں گے کہ وہ کھلے ذہن کے ساتھ اس پر حقیقت پسندانہ انداز میں غور فرمائیں کہ اُن کے انتخابی سیاست اور پاور پالیٹکس میں حصہ لینے سے پاکستان میں اسلامی کاز کو فائدہ ہوا یا نقصان — ایک موہوم سی امید جو ہم نے زبردستی قائم کی تھی کہ اگر تمام اسلامی جماعتیں متحد ہو کر انتخابات میں حصہ لیں تو شاید کامیاب ہو جائیں اور کامیاب ہو کر اسلامی نظام کو پاکستان میں نافذ کر دیں۔ لیکن ہمارا یہ خدشہ درست ثابت ہوا کہ اول تو ان کا جیتنا مشکل ہے اور اگر جیت بھی گئے تو پھر بھی یہ سیکولرازم کا حصہ بننے پر مجبور ہوں گے۔ ایم ایم اے کی صورت میں دونوں باتیں درست ثابت ہوئیں۔ مرکز میں ایم ایم اے کامیاب نہ ہو سکی اور صوبہ سرحد (موجودہ پختونخوا) میں کامیاب ہو کر اسلام کے حوالہ سے رتی بھر کوئی کام نہ کر سکی۔ مرکز میں ایم ایم اے کی اتحادی حکومت نے حقوق نسواں بل منظور کیا اور ایم ایم اے کے جغادری لیڈر بھی ایک آدھ مخالفانہ بیان دینے کے سوا عملاً کچھ نہ کر پائے۔ لہٰذا ہمارے پاس نفاذِ اسلام کے حوالہ سے ایک ہی راستہ ہے کہ خود انفرادی اور اجتماعی سطح پر اسلام کے زریں اصول اپنائیں اور متحد ہو کر ایک احتجاجی تحریک کے ذریعے اِس ملک میں اُن لوگوں کے خلاف قولی اور عملی جہاد کریں جو کبھی سوویت یونین کے ایجنٹ بن کر اور کبھی امریکہ کے اتحادی بن کر اسلام کا راستہ روک رہے ہیں۔ یہ لوگ ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگا کر عوام کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ہمیں ''سب سے پہلے اسلام'' کا نعرہ لگانا ہوگا۔ پاکستان صرف اسلام کی پناہ میں زندہ اور محفوظ اور پُرامن رہ سکتا ہے۔ جان لیجیے کہ ظاہراً طالبان دشمن اور حقیقتاً اسلام دشمن عناصر نے وقتی طور پر خاموشی اختیار کی ہے، اپنی سوچ نہیں بدلی، اپنا قبلہ نہیں بدلا۔

بیابہ مجلس اسرار

عذابِ الٰہی سے نجات کی واحد راہ

جب کسی قوم پر اللہ کی طرف سے عذاب آتا ہے تو اُس عذاب سے صرف وہی لوگ بچائے جاتے ہیں جو آخری وقت تک نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے رہتے ہیں۔ ورنہ گیہوں کے ساتھ بالعموم گھُن بھی پس جاتا ہے۔ ازروئے الفاظِ قرآنی ﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً﴾ (الانفال:25) کہ لوگو، بچتے رہو اللہ کے اُس عذاب سے جو تم میں سے صرف انہی لوگوں کو اپنی لپیٹ میں نہیں لے گا جو بدکار تھے۔ بلکہ جب کسی قوم پر عذاب آتا ہے تو دوسرے لوگ بھی، جو اگرچہ اُس حرام خوری میں ملوث نہ ہوں، اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ اس سے بچاؤ کی ضمانت صرف ان کے لیے ہے جو نہی عن المنکر کے فریضے کو آخری وقت تک سرانجام دیتے رہیں۔ چنانچہ فرمایا:

> ''سو کیوں نہ ہوئے ان قوموں میں سے جو تم سے پہلے تھیں کچھ ایسے لوگ جن میں خیر کا اثر باقی رہ گیا تھا کہ وہ زمین میں فساد سے منع کرتے رہتے، مگر تھوڑے کہ جنہیں ہم نے بچا لیا اُن میں سے۔ اور پیچھے پڑے رہے ظالم اُس چیز کے جس میں اُنہیں عیش ملا اور تھے وہ گناہ گار!'' (سورۂ ھود:116)

یعنی پہلی قوموں میں سے جن لوگوں نے آخری دم تک یہ شرط پوری کی کہ وہ نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، اللہ نے انہیں عذاب سے بچا لیا۔ لیکن جن لوگوں نے یہ شرط پوری نہیں کی وہ اُسی عذاب یافتہ قوم کے ساتھ لپیٹ میں لے لیے گئے۔ اس آیت کا آخری ٹکڑا بڑا عجیب ہے۔ اگر آپ اپنے اس وقت کے معاشرے کو بھی دیکھیں تو وہی نقشہ نظر آئے گا جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے: وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ — ''اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کی روش اختیار کی تھی وہ اسی طور طریقے کے پیچھے پڑے رہے جس میں انہیں دولت و ثروت حاصل ہوئی تھی۔'' دن رات ایک ہی فکر ہے، ایک ہی دھن سوار ہے اور ایک ہی سوچ طاری ہے کہ زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹ لی جائے اور پھر اپنے اللے تللوں، شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں اسراف و تبذیر کے ذریعے اس دولت کی بھرپور نمائش کی جائے۔ فرمایا: وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ''اور وہ سب مجرم تھے!'' اور اسی جرم کی پاداش میں ان پر اللہ کا عذاب آیا۔ بہرحال اس وقت اس پوری آیت کا درس دینا مقصود نہیں، صرف ''اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ'' کے اعتبار سے حوالہ دیا جا رہا ہے کہ ان میں بہت ہی قلیل تعداد میں وہ لوگ تھے جو برائی سے روکتے رہے اور انہی کو ہم نے نجات دے دی۔

بنی اسرائیل کا مجرمانہ کردار اور

عہد حاضر کے مسلمان

سورۃ المائدہ کی آیات 67 تا 71 کی روشنی میں

امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 16 اور 23 دسمبر 2011ء کے خطابات جمعہ کی تلخیص

[سورۃ المائدہ کی آیات 67 تا 71 کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! میں نے آپ کے سامنے سورۃ المائدہ کے دسویں رکوع کی ابتدائی آیات تلاوت کی ہیں۔ اس سے پہلے ہم آٹھواں اور نواں رکوع بھی پڑھ چکے ہیں۔ ان رکوعوں میں اصل خطاب یہود و نصاریٰ سے ہے۔ لیکن اِس سے مقصود اُن کی تاریخ کا بیان نہیں کہ ان کے حوالے سے ہمیں کوئی اکیڈیمک نوعیت کی معلومات حاصل ہو جائیں۔ بلکہ دراصل مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ بنی اسرائیل کا آئندہ طرزِ عمل کیا ہوگا اور انہیں ان کے بارے میں کیا سوچ رکھنی چاہیے۔ مسلمانوں پر واضح کیا جا رہا ہے کہ یہ کون لوگ ہیں، ان کا ماضی کیسا ہے، دین و شریعت کے حوالے سے اِن کا ماضی میں کیا رول رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی بڑی نعمتیں عطا کیں۔ اِن میں نبی اور رسول بھیجے، کتابیں عطا کیں۔ یہ انبیاء کی اولاد ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ لیکن انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی جس طور سے ناقدری کی اور تاریخ کے مختلف ادوار میں دین سے بے وفائی کے جو مظاہرے کیے، اس کے سبب یہ اللہ کے غضب کا شکار ہوئے اور اب جبکہ قرآن نازل ہو رہا ہے، یہ کہاں کھڑے ہیں، اور آئندہ پیغمبر اسلام ﷺ مسلمانوں اور اسلام کے حوالے سے ان کا کردار کیا ہوگا؟ اس ضمن میں ساری کی ساری راہنمائی یہاں دے دی گئی، تاکہ ہم کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ اس ساری رہنمائی کا حاصل کیا ہے؟ یہ کہ یہ اسلام کے اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں دو مرتبہ یہ بات آئی ہے کہ یہ تو چاہتے ہیں کہ اپنی منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور اور اُس چراغ کو گل کر دیں۔ یہ جو خورشید نبوت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی شکل میں طلوع ہوا اور آپؐ پر آخری ہدایت اور کامل ہدایت نامہ کا نزول شروع ہوا، یہ اِن پر بہت گراں گزر رہا ہے۔ یہ چاہتے ہیں کہ اس کو آگے بڑھنے نہ دیا جائے۔ یہیں پر اس کا خاتمہ کر دیا جائے، اس پورے معاملے کو جڑ سے اکھیڑ پھینکا جائے۔ یہ اور بات ہے کہ ان کی تمام تر سازشوں کے باوجود اللہ اپنے نور کا اتمام فرما کر رہے گا۔ یہ گویا اللہ کی طرف سے مسلمانوں کو تسلی دی گئی۔ لیکن بین السطور یہ بات سمجھائی گئی کہ اب یہی معاندانہ طرزِ عمل ان کا قیامت تک جاری رہے گا، اور یہ اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہی رہیں گے۔ اگر مسلمان اللہ اور رسول کے واقعی وفادار ہوئے تو اللہ تعالیٰ ان کی سازشوں کو ناکام بناتا رہے گا۔ اور اگر وفاداری نہ کریں گے تو پھر مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ بہر کیف یہ بہت اہم راہنمائی ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں تین ہی آسمانی مذاہب ہیں: اسلام عیسائیت اور یہودیت۔ دنیا کی آبادی کی غالب اکثریت ان تینوں پر مشتمل ہے، اگرچہ اس میں یہود کی تعداد بہت کم ہے لیکن یہ ہیں بہت مؤثر۔ انہوں نے پوری دنیا کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے۔ اس وقت تمام طاقتیں سوائے چین کے یہود و نصاریٰ ہی پر مشتمل ہیں۔ یہی طاقتیں اس وقت اسلام کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ اور دنیا میں قوت کے ساتھ اپنا ورلڈ آرڈر نافذ کرنا چاہتی ہیں۔

اِن آیات میں مسلمانوں کو اہل کتاب کے تعلق سے ابدی حتمی اور دائمی ہدایات دی جا رہی ہیں۔ یوں تو پورا قرآن مجید ہی ابدی ہدایت ہے، لیکن جس طرح نبی اکرم ﷺ کی انقلابی جدوجہد درجہ بدرجہ اپنے نقطہ کمال کو پہنچی، یہ ہدایت بھی تدریجاً مکمل ہوئی۔ سورۃ المائدہ مدنی ہے اور یہ تکمیل دین کی سورت ہے۔ اس میں دین بھی ہر اعتبار سے کامل ہو گیا، اور ہدایت کی بھی تکمیل ہو گئی۔ قرآن مجید میں یہود و نصاریٰ کے حوالے سے گفتگو اس سے پہلے مکی دور ہی سے شروع ہو گئی تھی، لیکن پہلے اہل کتاب کے ساتھ نرمی کا معاملہ بھی کیا گیا تھا۔ لیکن اس سورت میں ان کے تعلق سے حتمی ہدایات دی جا رہی ہیں اور مسلمانوں کو بتا دیا گیا کہ تمہیں آئندہ ان کے ساتھ کس طور سے معاملہ رکھنا ہے۔ یہ تمہارے لیے کس کس اعتبار سے مشکلات کا باعث بنیں گے۔ یہ واضح کر دیا گیا کہ یہ سب سے بڑا سازشی گروپ ہے جو اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ لہٰذا ان لوگوں سے تمہیں محتاط رہنا ہے اور ان کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھانے سے قطعی اجتناب کرنا ہے۔

زیر بیان دسویں رکوع کا آغاز نبی اکرم ﷺ سے خطاب سے ہوتا ہے۔ فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ

﴿لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ﴾

''اے پیغمبر! جو ارشادات رب کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں، سب لوگوں کو پہنچادو۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو تم اللہ کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے۔ (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا)۔''

یہاں جو مضمون آ رہا ہے، یہ بظاہر سیاق کلام سے الگ دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اس کا اپنے ماقبل اور مابعد مضمون سے گہرا تعلق ہے۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ پہنچا دیجئے جو کچھ بھی آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔ اور اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا تو آپؐ نے رسالت کی ذمہ داری ادا نہ کی۔ نبی کریم ﷺ تو دین حق کا پیغام پہنچا رہے تھے، پھر سوال یہ ہے کہ یہ بات کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ وحی کو آگے پہنچانے میں یقیناً نبی کریم ﷺ کو کوئی باک نہیں تھا۔ البتہ مصلحت کے تقاضے کے تحت بھی اگر یہ بات ذہن میں آ جائے کہ یہود و نصاریٰ اس وقت سیاسی، سماجی اور معاشی اعتبارات سے بڑی مضبوط پوزیشن پر ہیں۔ لہٰذا وقتی طور پر ان کے حوالے سے قرآن میں آنے والی سخت باتیں عام لوگوں کے سامنے بیان نہ کی جائیں، مبادا وہ ناراض ہو کر ہمارے لیے مسئلہ بن جائیں۔ تو اس سلسلے میں بھی یہاں ہدایت فرما دی کہ اے نبیؐ آپ کو بہرحال سب کچھ پہنچانا اور بلا تاخیر پہنچانا ہے۔ کچھ عرصے کے لیے بھی بات کو روک رکھنا رسالت کے تقاضوں کے منافی ہوگا۔ اس ہدایت میں اصل رخ درحقیقت ان لوگوں کی طرف ہے جو یہ سوچتے ہوں گے کہ کاش اہل کتاب کے حوالے سے یہ باتیں ابھی نہ آئی ہوتیں۔

آگے یہ بھی واضح فرما دیا:

﴿وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِيۡنَ ۝۶۷﴾

''اور اللہ تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔ بے شک اللہ منکروں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

یعنی آپؐ پیغام الٰہی پہنچانے کا فریضہ ادا کیے جائیں۔ اللہ آپؐ کی حفاظت فرمائے گا اور تمام روئے ارضی کے کفار کو بھی آپؐ کے مقابلے میں کامیابی کی راہ نہ دکھائے گا۔ سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے نبی کریم ﷺ کے خلاف بہتیری سازشیں کی، ہر طرح کے حربے اور ہتھکنڈے استعمال کیے، لیکن ہر موقع پر اللہ نے ان کی سازشوں کو ناکام بنایا۔ یہ اللہ کی طرف سے آپؐ کی عصمت و حفاظت کا خصوصی انتظام تھا۔ نبی اور رسول ہر اعتبار سے اللہ کی حفاظت میں ہوتا ہے۔ گناہ اور برائی اس کی طرف جا ہی نہیں سکتی۔ رسولوں کے باب میں یہ بات خاص طور پر قرآن مجید میں آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتا اور دشمنوں سے ان کی حفاظت فرماتا ہے۔ اس کی نمایاں مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یہودیوں نے انہیں قتل کرنے کی سازش تیار کی بلکہ اس کو عملی جامہ پہنانے میں بھی آخری حد تک پہنچ گئے، لیکن اللہ نے انہیں بچالیا۔ فرشتے چھت پھاڑ کر انہیں زندہ آسمانوں پر اُٹھا کر لے گئے۔

اگلی آیت میں سخت جھنجھوڑنے کا انداز ہے۔ فرمایا:

﴿قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لَسۡتُمۡ عَلٰى شَىۡءٍ حَتّٰى تُقِيۡمُوا التَّوۡرٰىةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ؕ﴾

''کہو کہ اے اہل کتاب! جب تک تم تورات اور انجیل کو اور جو (اور کتابیں) تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئی ان کو قائم نہ رکھو گے، کچھ بھی راہ پر نہیں ہو سکتے۔''

اہل کتاب کے حوالے سے کہا جا رہا ہے کہ تمہاری کوئی حیثیت نہیں، کوئی جڑ بنیاد نہیں جب تک کہ تم تورات یا انجیل کو اور جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے، اسے قائم نہیں کرتے۔ تم ایک دوسرے سے کہتے ہو ہم ہی راہ ہدایت پر ہیں، مگر تمہیں یہ بات کہنے کا کیا حق ہے جبکہ تم میں سے نہ تو یہود نے تورات کو نافذ کیا ہے اور نہ ہی نصاریٰ نے انجیل نافذ کی ہے۔ پھر یہ کہ اب یہ جو قرآن نازل ہو رہا ہے نہ تم اس کی طرف کوئی دھیان دیتے ہو۔ یاد رکھو، اگر تم دین و شریعت کو قائم نہیں کرتے تو اللہ کی نگاہ میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اقامت دین کے بغیر تم بالکل صفر ہو، اور کسی بھی طور راہ ہدایت پر ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ تمہارا حال یہ ہے کہ تم دین سے بے وفائی اور غداری کر رہے ہو، پھر تمہاری دعاؤں میں اثر کیونکر ہوگا، یہ تو تمہارے منہ پر دے ماری جائیں گی۔ اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ اسی مفہوم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آئندہ بھی تمہاری کوئی حیثیت نہ ہوگی جب تک تم تورات و انجیل اور اس قرآن پر ایمان نہیں لاتے۔

اسی بات کو ہم مسلمانوں کو اپنے اوپر منطبق کرنا چاہیے۔ والد محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ ہمیں جھنجوڑنے کے لیے یہ کہا کرتے تھے کہ یہاں خطاب اہل کتاب سے ہے، لیکن سنایا ہمیں جا رہا ہے کہ اے اہل قرآن اگر تم قرآن و سنت پر مبنی نظام زندگی کو قائم نہیں کرتے تو اللہ کی نگاہ میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں۔ پھر تم کس بنیاد پر اللہ سے شکوہ کرتے ہو کہ ؎

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

اس مقام پر ہم مسلمانوں کو اسلام کے تعلق سے اپنی روش کا جائزہ ضرور لینا چاہیے۔ آج دنیا کے نقشے پر 57 مسلم ممالک موجود ہیں، لیکن کہیں بھی اسلامی نظام قائم نہیں ہے۔ ہم نے اسلام سے بے وفائی ہی نہیں، غداری کی ہے۔ اہل کتاب کی طرح ہم نے بھی دین و شریعت کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا ہے، اور اللہ کے سب سے بڑے دشمن اور باغی کا نظام اپنا لیا۔ سیکولرازم نوع انسانی کے لیے شیطان کا دیا ہوا تحفہ ہے، جو اس بات کا سبق دیتا ہے کہ مذہب و عقیدہ انسان کی نجی زندگی کا معاملہ ہے۔ اس کا اجتماعی زندگی میں کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے۔ انسان خود باشعور اور صاحب نظر ہو چکا ہے، اُسے کسی ہدایت کی احتیاج نہیں۔ وہ خود اپنا نظامِ زندگی اپنے مفادات کے تحت بنائے گا۔ عوام اپنی آزادانہ رائے سے اپنے نمائندے منتخب کریں۔ وہ پارلیمنٹ میں جائیں اور پورا نظام تشکیل دیں۔ معروف و منکر کا فیصلہ کریں۔ قرآن یہ کہتا ہے کہ معروف کیا ہے، منکر کیا ہے نبی اکرم ﷺ اِس کے آخری فیصلہ کے لیے تشریف لائے۔ مگر سیکولرازم یہ کہتا ہے کہ معروف و منکر اور حلال و حرام کا فیصلہ عوام کے نمائندے کریں گے۔ اِس ابلیسی نظام کے بنانے والے یہود ہیں۔ یہود اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں، بلکہ ان کی اصل ضد اللہ کے ساتھ ہے۔ لہٰذا یہ شیطان کے سب سے بڑے ایجنٹ ہیں، کیونکہ شیطان نے بھی اللہ سے ضد کی تھی جبکہ اُس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ اس نظام نے سیاست میں غیر اللہ کی حاکمیت قائم کی۔ معیشت کے میدان میں انسانیت کو سود کے شکنجے میں جکڑ دیا ہے۔ اور معاشرت میں فحاشی و عریانیت کو عام کیا۔ انسان کی انسانیت شرم و حیا سے عبارت ہے۔ یہ نظام انسان کو حیوان بنا دینا چاہتا ہے۔ اس نے بے حیائی کے فروغ اور شرم و حیا کی اعلیٰ انسانی اقدار کے خاتمے کے لیے جو گھناؤنی کوششیں ہیں اُن کو بیان کرنے کے لیے ہمارے پاس الفاظ نہیں

ہیں۔ اس معاملے میں امت مسلمہ نے اُن کا راستہ روکنے کی کوئی کوشش نہ کی، بلکہ پورے طور سے اُن کا ساتھ دیا۔ ہم پاکستانی تو اِس باب میں پستی کی انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ ہم نے فحاشی و عریانی کے لیے اپنے دروازے پورے طور پر کھول دیئے ہیں۔ ہم بے حیائی کے سیلاب کو خوش دلی سے خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔ اُسے پروموٹ کر رہے ہیں۔ جو لوگ بیرون ملک سفر کرتے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ موبائل فون اور موبائل سروسز جتنی سستی پاکستان میں ہے دنیا میں کہیں اور نہیں ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ بنیادی ضروریات زندگی کی چیزوں کی قیمتیں تو آسمان سے باتیں کرتی ہیں جبکہ یہ چیزیں ارزاں کی جارہی ہیں۔ نوجوان نسل کے بگاڑ کے لیے پیکجز متعارف کرائے جاتے ہیں۔ ساری رات اپنے محبوب سے بات کر کے سستے پیکجز کے ذریعے نئی نسل کو گمراہ کیا جارہا ہے۔ پھر انٹرنیٹ کی فحش ویب سائٹس یہاں ہر اعتبار سے کھلی ہیں۔ اُن پر کوئی سنسر نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ ہم سیکولر ابلیسی نظام کو پوری قوت سے سپورٹ کررہے ہیں۔ پھر اللہ کا عذاب کیوں نہ آئے گا۔ دوسری جانب قرآن حکیم جیسی عظیم ترین نعمت کی ہمیں کوئی پروا نہیں ہے۔ یہ خیال ہی نہیں کہ اس میں کیا ہدایت و رہنمائی ہے۔ نہ اسے پڑھتے ہیں، نہ اس پر عمل کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے دیگر حقوق ادا کرتے ہیں۔ پھر ہماری دعائیں کیونکر قبول ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تمہیں لازماً نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ہوگا، ورنہ اندیشہ ہے کہ اللہ تم پر کوئی عذاب مسلط کردے، پھر تم اس سے گڑگڑا کر (نجات کی) دعائیں مانگو، مگر تمہاری دعائیں قبول نہ کی جائیں۔“ (ترمذی)

ہمیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور غلبہ و اقامت دین کا مشن دیا گیا ہے۔ اگر ہم اس مشن سے بے اعتنائی برتتے ہیں، اِسے پیٹھ دکھاتے ہیں تو پھر اللہ ہماری دعائیں کیونکر قبول کرے گا۔ یہ بہت اہم معاملہ ہے۔ اس کا گہرا تعلق ہمارے آج کے حالات کے ساتھ بھی ہے۔ اس وقت ہمارے ہاں ’دفاع پاکستان کونسل‘ کے عنوان سے دینی جماعتیں متحرک ہیں۔ بڑے بڑے جلسے جلوس ہو رہے ہیں، اور یہ ہونا بھی چاہیے۔ اس لیے کہ یہ ملک کے دفاع کا مسئلہ ہے اور یہ قومی و ملکی مسئلہ ہی نہیں ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر دینی و ملی مسئلہ ہے۔ اس لیے پاکستان اسلام کے نام پر بنایا گیا تھا۔ ہم نے اسے اسلام کا قلعہ بنانا تھا۔ لیکن اِس حوالے سے اصل اور بنیادی بات جس کی طرف توجہ دینا از حد ضروری ہے، یہ ہے کہ ہمیں دشمنوں کے مقابلے میں اللہ کی مدد کیونکر حاصل ہو، جو دین سے بے وفائی کے سبب ہمارے شامل حال نہیں رہی۔ ہم نے اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اس کے دین سے بے وفائی کی تو اللہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم روٹھے رب کو منائیں، اس کے دین کی طرف پلٹیں، اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں اسلامی ضابطۂ حیات کو اپنائیں۔ اگر ہم دفاع پاکستان کونسل کے پلیٹ فارم سے قوم کو یہ بنیادی نکتہ نہیں سمجھا رہے ہیں کہ ہماری پستی اور زبوں حالی کا اصل سبب کیا ہے، کس وجہ سے ہم پر اللہ کا عذاب مسلط ہے، تو پھر بڑے بڑے جلسے جلوسوں کے انعقاد اور فلک شگاف نعروں سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ زیر گفتگو آیات میں بنی اسرائیل کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ جب بنی اسرائیل نے اللہ سے بے وفائی اور غداری کی تو اللہ نے اُن پر وقت کے فرعونوں و نمرودوں کو مسلط کردیا تھا۔ آج لوگوں کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ ہماری دین سے بے وفائی کے سبب اللہ کی رحمت اور نصرت ہم سے روٹھ چکی ہے، اور وقت کا فرعون اور نمرود ہمارے درپے ہے۔ اس نے اپنی توپوں کا رخ ہماری طرف کرلیا ہے۔ اب ہم چاہے کتنے ہی اکٹھے ہو جائیں اور مل کر لمبی لمبی دعائیں مانگیں، لیکن اگر شریعت کی تعمیل اور غلبۂ دین کی جدوجہد نہیں کرتے، اللہ ہماری دعائیں نہیں سنے گا۔

دین و شریعت سے بے وفائی کے حوالے سے ہم اہل پاکستان کا جرم بہت بڑھ کر ہے۔ ہم نے دین سے پہلو تہی نہیں، بلکہ غداری کی ہے۔ اس غداری کے دو نمایاں مظاہر ہیں۔ ہمارا ایک جرم تو یہ ہے کہ قیام پاکستان کو 64 سال گزرنے کے باوجود ہم نے یہاں شریعت نافذ نہیں کی۔ دوسرا گھناؤنا جرم یہ ہے کہ نائن الیون کے بعد ہم نے ابلیسی، طاغوتی، دجالی، صلیبی قوتوں کا ساتھ دے کر افغانستان کی اسلامی حکومت کے خاتمے اور مجاہدین اسلام کو کچلنے میں مجرمانہ تعاون کیا۔ ہم اُن لوگوں کے اتحادی بنے جو اسلام اور پیغمبر اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ یہ ہماری کوہ ہمالیہ سے بھی بڑی غلطی تھی، اگر ہم دنیا کی ذلت و نکبت سے نجات اور آخرت کے خسران سے بچنا چاہتے ہیں تو بحیثیت قوم ہمیں ان جرائم پر سجدہ سہو کرنا ہوگا۔ آئندہ کے لیے یہ عزم کرنا ہوگا کہ پروردگار، ہم ان کوتاہیوں کا ازالہ کریں گے۔ یاد رکھیے، جب تک ہم قرآن و سنت کو نافذ نہیں کرتے اور اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اس کے دین کے ساتھ وفاداری کا عملی ثبوت نہیں دیتے، زبانی جمع خرچ سے بات نہیں بنے گی۔ ہم اپنے آپ کو طفل تسلیاں دیتے رہیں گے، مگر اللہ کے ہاں ہماری کوئی حیثیت نہ ہوگی۔ (جاری ہے)

☆☆☆

دعائے صحت کی اپیل

— حلقہ کراچی شمالی کے ناظم جناب شجاع الدین شیخ کے والد شدید علیل ہیں

— قرآن اکیڈمی ملتان کے نائب ناظم منور حسین خان روڈ ایکسیڈنٹ میں زخمی ہوگئے اور نشتر ہسپتال میں زیر علاج ہیں

— حلقہ کراچی شمالی کے سینئر رفیق جناب عبدالعظیم شدید علیل ہیں

رفقا و احباب اور قارئین ندائے خلافت سے ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت کی درخواست

- تنظیم اسلامی حلقہ خیبر پختونخوا کے رفیق ڈاکٹر حافظ محمد مقصود کے والد وفات پاگئے
- معتمد حلقہ خیبر پختونخوا شیر قادر کے بہنوئی وفات پاگئے
- حلقہ سکھر کی مقامی تنظیم کے ملتزم رفیق منظور احمد لاکھیر شدید علالت کے بعد انتقال کر گئے
- تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی کے ملتزم رفیق (اور معتمد حلقہ لاہور محمد یونس کے بھائی) محمد مبشر قضائے الٰہی سے وفات پاگئے
- تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے رفیق توحید الٰہی کے بڑے بھائی رحلت فرماگئے
- تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب پوٹھوہار گوجرخان کے ملتزم رفیق اللہ دتہ کا جوان سالہ بیٹا، اور مبتدی رفیق احمد زبیر کے بہنوئی (دونوں موٹر سائیکل حادثے میں) وفات پاگئے
- تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب پوٹھوہار گوجرخان کے ملتزم رفیق مختار احمد کے والد وفات پاگئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین و رفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتك
وحاسبھم حسابًا یسیرًا

بلوچستان کچھ کہہ رہا ہے!

عظمت علی رحمانی

آج پاکستان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا جائے تو بے اختیار منہ سے نکلے گا کہ یہ تو مسائلستان ہے اور حکومت کو دیکھیں تو وہ بھی لڑاؤ لڑو اور حکومت کرو کی پالیسی پر پوری طرح عمل پیرا ہے جبکہ دور دور تک اس مملکت خداداد کے مسائل کو حل کرنے میں مخلص کوئی شخصیت یا جماعت نظر نہیں آتی۔ کوئی بات کرتا ہے تو صرف پنجاب کی اور کسی نے اپنا نعرہ روٹی، کپڑا اور مکان لگا رکھا ہے۔ دوسری طرف انقلاب کے لیے نوجوانوں کو دعوت دی جارہی ہے اور کوئی غربت کے خاتمہ کے لیے جاگیردار کو للکار رہا ہے۔ غربت، مہنگائی، بے روزگاری، کرپشن، گیس و بجلی کا بحران، ان مسائل میں سے کچھ مسائل گزشتہ کئی دہائیوں سے حل طلب ہیں مگر حکومت ان کے حل کرنے میں سنجیدہ نظر نہیں آتی۔ غریب پہلے بھی کسمپرسی کی زندگی گزار رہا تھا اور آج بھی اس کی فریاد کہیں نہیں سنی جارہی۔ مومن نے جو کہا تھا ۔

کیوں سنے عرض مضطر اے مومن
صنم آخر خدا نہیں ہوتا

بالکل درست کہا تھا، کیونکہ خدا کے سوا مضطر کی بھلا سنتا بھی کون ہے۔ علاقائی سطح کے مسائل سے لے کر ملکی سطح تک کے چیلنجز تک ان مسائل کی ایک طویل فہرست بنائی جاسکتی ہے مگر کوئی انہیں سننے والا نہیں۔ ان مسائل میں سے ایک نہایت اہم اور حساس مسئلہ صوبہ بلوچستان کا ہے۔ صوبہ بلوچستان بالخصوص اس کے پسماندہ علاقوں کے مسائل وطن عزیز کے وجود میں آنے سے لے کر آج تک حل نہیں کیے جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ احساس محرومی کی بنا پر اب تک اس صوبے میں بلوچ علاقے کی علیحدگی کے لیے کل 5 تحریکیں وجود میں آئیں۔ ان میں سے پہلی تحریک 1947ء میں میر احمد یار خان اور اس کے بھائی نے چلائی۔ مگر قائداعظم اور ان کے رفقاء نے معاملہ افہام وتفہیم سے حل کر دیا۔ اس کے بعد جو چار تحریکیں مختلف ادوار میں چلیں ان کو یا تو طاقت کے بل بوتے پر دبا یا گیا یا پھر صرف بلوچ سرداروں کو بھاری رقم ادا کر کے خاموش کر دیا گیا۔ کبھی اس امر کی طرف توجہ نہیں دی گئی کہ آیا وہ کون سی وجوہات اور مسائل ہیں جن کی بنیاد پر یہ تحریکیں اُٹھیں۔ ان کی پشت پر وہ کون سا ہاتھ ہے جو ان کو علیحدگی پر ابھار رہا ہے۔

اب اگر ہم ان تمام حالات کو سامنے رکھتے ہوئے غور کریں تو ذہن میں کئی قسم کے سوالات جنم لیتے ہیں۔ کیا حکومت نے غریب بلوچ عوام کے مسائل کی طرف توجہ دی ہے؟ بلوچستان کے دور دراز دیہاتوں میں سکول، ہسپتال، تھانہ، عدالت اور کوئی رفاہی ادارہ موجود ہیں؟ وہاں پر پانی، بجلی اور سڑک کی بنیادی سہولیات موجود ہیں؟ کبھی بلوچستان کے لیے مختص فنڈ اس کے ہر ہر علاقے میں صحیح طور پر خرچ کیا گیا ہے؟ ان سوالات کے جوابات نفی میں ہوں تو پھر وہاں سے علیحدگی کی تحریکوں کا اُٹھنا لازمی امر ہے۔ جب ان حالات کے باوجود بلوچ عوام کی نہیں سنی جائے گی ان کو ان کے حالات پر ہی چھوڑ دیا جائے گا تو بے جا صبر کے امتحان کا نتیجہ لاوا کی صورت میں نکلے گا۔ حسرت موہانی بھی اسی طرف اشارہ کر کے گئے ہیں ۔

کب تک کسی کے نازِ تغافل اُٹھائے دل
کیا امتحانِ صبر کی کچھ انتہا نہیں

صوبہ بلوچستان کی آبادی کا 27 فیصد حصہ بلوچ قوم پر مشتمل ہے اور ان میں کئی گروپ ہیں اور ہر ایک گروپ کا نظریہ دوسرے گروپ سے الگ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بلوچ قوم میں لیڈر شپ کا بھی فقدان ہے۔ مگر اس کے باوجود اس علاقے میں کوئی سرکاری اہل کار، دوسری قوم یا دوسرے علاقے کا انسان محفوظ نہیں اور یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اس کے پس پردہ حقائق کیا ہیں۔ ذرا غور کیجیے کہ پسماندہ علاقہ ہونے کے باوجود اس قوم کے پاس اتنا جدید اسلحہ کہاں سے آتا ہے؟ کیوں نہ پانی سر سے گزر جانے سے پہلے سوچ لیا جائے کہ بلوچستان کا بلوچی کیا چاہتا ہے۔ آخر وہ ہم سے ناراض کیوں ہے؟ اس قوم کو پاک فوج سے لڑنے کی تربیت کون دیتا ہے؟ ان لوگوں کو دوسری اقوام اور افواج پاکستان کے خلاف کون اکساتا اور ابھارتا ہے؟ وہ پاک فوج اور سرکاری اہل کاروں سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں؟ وہ پاکستانی قوم کو اپنی قوم اور پاکستانی فوج کو اپنی فوج تسلیم کرنے سے کیوں انکاری ہیں؟ درحقیقت صوبہ بلوچستان رقبے کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایران اور افغانستان کی سرحدیں ملتی ہیں اور اس صوبے کے ساتھ ساحل سمندر بھی موجود ہے جو کہ ایک کامیاب بندرگاہ بن سکتی ہے۔ اس صوبے میں دیگر معدنیات کے علاوہ قدرتی گیس اور پٹرول کے ذخائر بھی وافر مقدار میں ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ صوبہ ہمارے پڑوسی تینوں ممالک کے لیے نہایت اہمیت کا حامل ہے اور ان ممالک کی نظریں اس صوبے پر جمی ہوئی ہیں۔ اب تک کی جانے والی تحقیقات کے مطابق اس قوم کو اسلحہ ایران اور بھارت فراہم کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ بلوچ سرداروں کو وافر مقدار میں رقم بھی دی جاتی ہے جو وہ اپنی ''فوج'' پر تقسیم کرتے ہیں۔

مگر ہماری بے حسی کا عالم یہ ہے کہ اب تک اس طرف توجہ نہیں دی گئی کہ احساس محرومی کا شکار بلوچ قوم کے مسائل حل کیے جائیں اور ان کے احساس محرومی کو ختم کیا جائے۔ اس وقت بظاہر ایسا دکھائی دیتا ہے کہ بلوچستان پاکستان کا صوبہ نہیں ہے اور نہ ہی بلوچ قوم پاکستانی قوم ہے۔ پاکستان میں کوئی انٹیلی جنس ادارہ نہیں ہے جو بلوچ مسئلہ کے پس پردہ حقائق کو معلوم کر سکے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ اس اہم مسئلے کی طرف توجہ دے اور بلوچ قوم کے احساس محرومی کو دور کر کے اور ان کو درپیش تمام مسائل سنجیدگی سے حل کرے۔ ان کو زندگی کی بنیادی سہولیات فراہم کرے اور ان پس پردہ محرک ہاتھوں کا پتہ لگائے کہ یہ کون سے ہاتھ ہیں جو کہ ان کو علیحدگی پر ابھار رہے ہیں، تاکہ دشمن کے ان ہاتھوں کی بیخ کنی کی جاسکے اور صوبہ بلوچستان امن کا گہوارہ بن جائے۔ اگر اب بھی سنجیدگی سے اس کا حل نہ سوچا گیا تو پھر بادل نخواستہ ایسا وقت دیکھنا پڑے کہ لمحوں نے خطا کی تو صدیوں نے سزا پائی۔

خلافت فرض کیوں؟

کامران وحید

ازل سے شیطانی قوتوں اور رحمانی تخلیق کے شاہکار انسان کے درمیان حق و باطل کا معرکہ شروع ہو چکا تھا۔ جہاں ایک طرف تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کے بارے میں اپنا یہ فیصلہ فرشتوں کو سنایا کہ ﴿اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً﴾ ''بے شک میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔'' (البقرہ:30) وہیں مردود شیطان نے اللہ کی مقدس بارگاہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے اخراج کے وقت اپنی سرکشی کا الزام اللہ پر ڈالتے ہوئے انسان کو راہِ راست سے بہکانے کا عزم کیا: ﴿قَالَ رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ﴾ ''اُس نے کہا، اے میرے مالک! چونکہ تو نے مجھے بہکایا ہے (لہٰذا) میں ضرور اِن کے لیے زمین میں کشش پیدا کروں گا اور میں ضرور اِن کو بہکاؤں گا۔'' (الحجر:39)

شیطان نے اپنے اِس عزم کے بعد انسان کو تمام ادوار میں ورغلانے اور اُسے اپنے خالق سے دور کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ لیکن خاتم الانبیاء نبی اکرم ﷺ کی بعثت اور خلفائے راشدینؓ کے دور میں اسلام کے ایک نظامِ حیات کے طور پر روئے زمین کے ایک بڑے حصہ پر نافذ ہونے سے شیطانی قوتوں کو ایک بڑا دھچکا لگا۔ انسانی تہذیب جو شرک کی ظلمتوں میں گھری پڑی تھی، اللہ کو اپنا یکتا خالق و معبود مان کر اُس کے اِسی نظام کی محافظ بن گئی۔ لیکن یاد رکھیے، شیطان مومنوں کے لیے کبھی بھی میدان خالی نہیں چھوڑتا۔ اُس نے ہر دور میں غیر مسلم قوتوں (استعمار) کو مسلمانوں کے مدِّ مقابل ہی رکھا۔ مسلمان اُس وقت تک تو اِن ناپاک قوتوں کو مغلوب رکھنے میں کامیاب رہے جب تک کہ وہ قرآن و سنت پر سختی سے جمے رہے۔ لیکن جب فکری زوال شروع ہوا، مسلمانوں کی قرآن و سنت سے رہنمائی لینے کی روش بدلی، تب استعمار مسلمانوں پر غالب آنا شروع ہو گیا۔ مسلمانوں کا یہ زوال صدیوں میں مکمل ہوا۔ یہاں تک کہ 1924ء میں اپنوں کی غداری اور غیروں کی عیاری کے باعث تُرکِ ناداں نے ہمارے سب سے اہم ادارے خلافت کی قبا چاک کر دی۔

استعمار نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ عشروں کی محنت شاقہ کے بعد مسلمانوں کے اذہان میں مختلف باطل نظریات بسا دیے۔ یہ انہی باطل نظریات کا اثر ہے کہ آج جب مسلمانوں کے ہی سامنے خلافت یا اسلام کے ایک مکمل ضابطۂ حیات ہونے کی بات کی جاتی ہے تو نام نہاد دانشوروں سمیت ایک بڑا طبقہ اِس سے اختلاف کرتا ہے۔ وہ اُمت کے مسائل کو قرآن و سنت کی بجائے مغرب کی ادھوری نظر سے دیکھتا ہے اور ظاہر ہے کہ درست حل تجویز کرنے میں ہمیشہ ناکام رہتا ہے۔ اُنہی باطل نظریات میں سے ایک بہت بڑا دھوکہ جمہوریت کا ہے۔ جس کو بظاہر دلکش بنا کر مسلمانوں کے مقدس نظامِ حکومت یعنی خلافت کو ردّ کر دیا جاتا ہے۔ لیکن کیا مسلمانوں کے پاس اللہ کے نظام کو نافذ کرنے اور خلافت کو واپس لانے کے علاوہ کوئی چارہ ہے؟ کیا ہم کہیں اور سے امت کی زبوں حالی کا حل تجویز کر سکتے ہیں؟ خلافت درحقیقت اسلامی شریعت کے احکامات کو نافذ کرنے اور پوری دنیا کے سامنے اِسلام کی دعوت کو پیش کرنے کے لیے تمام مسلمانوں کی حکومتِ عامہ کا نام ہے۔ اِس کا دوسرا نام امامت بھی ہے اور یہ دونوں الفاظ احادیث میں استعمال ہوئے ہیں۔

قارئین کرام! تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ استعمار نے بڑی محنت سے اسلام کو دین کے وسیع اور جامع تصور سے گھٹا کر مذہب کے مروجہ مفہوم تک محدود کر دیا۔ آج اُمت کی اکثریت اسلام کو محض انفرادی زندگی کا مذہب سمجھتی ہے جیسا کہ عیسائیت، یہودیت، ہندوازم وغیرہ انسانی زندگی کے صرف انفرادی پہلو (یعنی عقائد، عبادات اور رسومات) کے بارے میں ہدایات دیتے ہیں۔ یہ انسان کے اجتماعی معاملات میں اُس کی رہنمائی سے قاصر ہیں لیکن دین ایک ایسی وسیع اور جامع اصطلاح ہے جو انسان کی انفرادی زندگی کے ساتھ ساتھ اُس کی اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں (معاشی، معاشرتی اور سیاسی) کے بارے میں روشن اور واضح احکامات دیتا ہے اور یہی خوبی اسلام کو دنیا کے دوسرے تمام مذاہب سے ممتاز کرتی ہے۔

اِسلام مروجہ مفہوم میں مذہب نہیں، بلکہ ایک کامل دین، ایک مکمل نظامِ زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ﴾ ''بے شک دین (نظامِ حیات) تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔'' (آل عمران:19) یعنی اللہ نے بنی نوع انسان کی فلاح صرف دین اسلام میں ہی رکھی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ انسان اپنے ارادے کی آزادی کی وجہ سے اپنے لیے ہی گھاٹے کا سودا کرے اور اسلام کی بجائے کسی اور منزل کا رُخ کرے۔ اِسی دین (نظامِ حیات) کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ﴾ ''دین کو قائم کرو اور اِس میں تفرقہ نہ ڈالو۔'' (الشوریٰ:13) آج کون باشعور مسلمان اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ مسلمان تفرقہ بازی اور دین کی تشریح میں شدید اختلافات کا شکار ہو چکے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ بھی یہی ہے کہ دین کو قائم کرنے کی ذمہ داری سے ہم نے اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دے دیا ہے اور اپنے اپنے مسالک، مساجد، مدارس اور درگاہوں تک اسلامی تعلیمات کو محدود کر لیا ہے اور دین کو ملکی اور عالمی سطح پر نافذ کرنے کی جدوجہد نہیں کر رہے۔ حقیقت میں ہمیں اپنی اجتماعی دینی ذمہ داریوں کا ادراک نہیں، اِسی لیے آج ہم اِس حال کو پہنچ گئے کہ روئے زمین پر کہیں بھی اسلام نظامِ حیات کے طور پر نافذ نہیں۔ اللہ کے احکامات نافذ ہوں یا نہ ہوں آج کے مسلمان کو کوئی پروا نہیں۔ نہ صرف عام مسلمان بلکہ علماء، مدرسین اور اسلامی مفکرین بھی اپنی صلاحیتیں اِس جہت میں لگانے کو تیار نہیں، وہ اللہ کے قوانین و احکامات قرآن و حدیث کی شکل میں بڑی شد و مد سے پڑھاتے تو ہیں مگر اُن کے نفاذ کی جدوجہد کو اپنے اوپر معطل سمجھتے ہیں۔ کیا انہوں نے رب ذوالجلال کا یہ فرمان قرآن میں نہیں پڑھا: ﴿اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ﴾ ''نہیں ہے حکم (قانون، حکومت، حکمرانی) کسی کا سوائے اللہ کے۔'' (یوسف:40) اور اگر وہ اس کے عملی مفہوم کا ادراک رکھتے ہیں تو کیسے اللہ کے احکامات کو زمین میں نافذ

کرنے کی سعی نہ کر کے اللہ کے ہاں اپنے آپ کو مجرم کے طور پر دیکھنا گوارا کریں گے۔ کیا اللہ کے احکامات اپنے اپنے مدارس، مساجد، درگاہوں اور خانقاہوں میں بیٹھے بیٹھے پہلے کبھی نافذ ہوئے؟ کیا اُسوہ رسولؐ ہمارے سامنے ہے؟ کیا نبی اکرم ﷺ نے اسلامی ریاست کے قیام کی خاطر صرف دعوت وتبلیغ کا ہی سہارا لیا یا عملی طور پر ٹھوس اقدامات بھی کیے۔ اِس کا جواب سیرتِ رسولؐ پر نظر رکھنے والے لوگ بخوبی جانتے ہیں۔

دوسری طرف ہمارے اہل اقتدار اپنے دوامِ اقتدار کی خاطر کسی بھی حد کو جانے کے لیے تیار ہیں چاہے اُس کے لیے اُنہیں اپنے ہی مسلمان بھائیوں کا خون بہانا پڑے۔ اپنے ہی ملک کو غیر ملکی قرضوں اور سود جیسی لعنت کے بوجھ تلے دبانا پڑے یا اللہ تعالیٰ کے بیّن احکامات کو اپنے قدموں تلے روندنا پڑے (نعوذ باللہ) کیا سورۃ المائدہ کی تین آیات کے آخری حصوں میں اِن حکمرانوں کو اِن کا اصل چہرہ دکھانے والا کوئی نہیں جن میں اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۝﴾ ’’اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔‘‘ پھر ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝﴾ ’’اور وہ لوگ جو اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔‘‘ اور پھر اِسی سورۃ مبارکہ میں ہی ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝﴾ ’’اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔‘‘ کاش! یہ اہل اقتدار اِس نور (قرآن مجید) کا مطالعہ کریں جو اِن کے اور ہمارے نبی آخر الزمان ﷺ اپنے ساتھ لائے۔ کاش! یہ اپنی آخرت اور انجام کو سامنے رکھیں۔ کاش! یہ اللہ کے احکامات نافذ کرنے کے لیے خلافت کا احیاء کریں، کیونکہ اِن مقدس احکامات کو نافذ کرنے کا خلافت کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں۔ اگر ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اُن کے بعد آنے والے ہمارے اسلاف اُس کو اختیار کرتے۔ خلافت اور خلیفہ کی اہمیت کا اندازہ نبی اکرم ﷺ کی اِس حدیث سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جس میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: ’’جو شخص اِس حال میں مرا کہ اُس کی گردن میں (خلیفہ کی) بیعت کا طوق نہ ہوا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔‘‘ (مسلم) دوسری طرف اجماعِ صحابہؓ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا خلیفہ کے بغیر تین دن سے زائد رہنا جائز نہیں۔ اِس کی ایک دلیل تو نبی اکرم ﷺ کے وصال کے فوری بعد کی صورتحال ہے جب نبی اکرم ﷺ کے جسدِ مبارک کی تدفین سے پہلے خلیفہ کی تقرری کا مسئلہ کھڑا ہوا۔ عام حالات میں کسی بھی عام مسلمان کی وفات کے بعد فوراً ہی اُس کی تدفین واجب ہو جاتی ہے اور اُس کے لواحقین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ تدفین سے پہلے کسی اور کام میں مشغول ہوں مگر یہاں معاملہ کسی عام مسلمان کا نہیں خاتم الانبیاء، سرورِ کونین نبی اکرم ﷺ کا تھا۔ ایک طرف تو آپؐ کا جسدِ مبارک تدفین کا منتظر تھا تو دوسری طرف کبارِ صحابہؓ بشمول حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ خلیفہ کی تقرری کے تنازع کو پُر امن طریقے سے حل کرنے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے۔ (بحوالہ الرحیق المختوم) اِس اہم عمل کا مقصد بھی یہی تھا کہ پہلے اللہ کے نظام کا محافظ خلیفہ کے طور پر فائز ہو جائے اور جب دو دن بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خلیفہ مقرر ہونا طے پایا تو تدفین کے مراحل سرانجام دیئے گئے۔ اِس کی دوسری دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا موقع ہے۔ بدبخت مجوسی کے ہاتھوں زخمی ہونے کے بعد اور اُن کی شہادت سے قبل چھ اصحابِ کرامؓ بشمول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ منصب خلافت کے لیے امیدوار بنائے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہادت سے قبل باقی اصحابؓ کو یہ ہدایت کردی تھی کہ اگر تین دن کے اندر یہ لوگ اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنانے کا حتمی فیصلہ نہیں کرتے تو اِن چھ اصحاب کرام میں سے جو اِس راہ میں رکاوٹ بنے تو اُس کی گردن اتار دی جائے۔ (تاریخِ طبری، طبقاتِ ابن سعد) یہ دونوں واقعات اِس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا خلیفہ کے بغیر رہنا جائز نہیں مگر آج تو ہم مسلمانوں کو خلافت کی راہ دیکھتے نوے برس ہونے کو آئے ہیں لیکن اب بھی ہم اِس ذمہ داری کو فراموش کیے ہوئے ہیں۔ اِس کی بڑی وجہ اسلام کو دین کی بجائے صرف مذہب سمجھنا ہے۔

قارئین! یہ بات بھی غور طلب ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ایک طویل حدیث میں آیا ہے کہ ’’......روزہ ڈھال ہے۔‘‘ یقیناً روزہ ہم کمزور مسلمانوں کے لیے شیطان سے ڈھال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان کے بابرکت مہینہ میں ہمارا تعلق نماز وقرآن سے مضبوط ہو جاتا ہے۔ دنیا میں ہزاروں مقامات پر قرآن کے دروس ہوتے ہیں۔ مساجد میں نمازیوں کی تعداد میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ، صدقات اور خیرات کے لیے تجوریوں کے منہ کھول دیئے جاتے ہیں۔ مگر کیا وجہ ہے کہ اِس مہینہ میں بھی مسلمانوں کو فلسطین، عراق، کشمیر اور افغانستان سمیت دنیا کے کئی علاقوں میں بے دردی سے قتل کیا جاتا ہے؟ خواتین کی عزتیں پامال ہو رہی ہوتی ہیں اور بچوں کو یتیم کیا جا رہا ہوتا ہے، جبکہ اِسی دوران ’روشن خیال‘ مسلمانوں کو وائٹ ہاؤس میں افطاری دی جا رہی ہوتی ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ روزہ ہماری ڈھال ہونے کے باوجود ہمیں شیطانی اور طاغوتی قوتوں کے ظلم و بربریت سے نہیں بچا پاتا۔ تو بات یہ ہے کہ یقیناً روزہ ڈھال ہے مگر ہمارے انفرادی معاملات اور زندگی کے لیے۔ مسلمانوں کے اجتماعی معاملات اور بحیثیت اُمت اُن کی حفاظت کے لیے کوئی ڈھال ایسی بھی ہے جو اُمت کو آج میسر نہیں۔ آخر وہ کون سی ڈھال ہے۔ اس کا جواب نبی اکرم ﷺ کی اِس حدیث مبارکہ میں ملتا ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَيُتَّقٰى بِهٖ)) ’’بے شک امام (خلیفہ) ڈھال ہے، جس کے پیچھے رہتے ہوئے لڑا جاتا ہے اور اُسی کے ذریعے تحفظ حاصل ہوتا ہے۔‘‘ (مسلم)

دوسری طرف امام جزیریؒ اپنی کتاب ’’الفقہ علی المذاہب الاربعۃ‘‘ میں فرماتے ہیں ’’چاروں امام (آئمہ اربعۃ) امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اِس بات پر متفق ہیں کہ امامت (خلافت) فرض ہے۔‘‘

لہٰذا اگر آج ہم اِس روئے زمین پر اللہ کے احکامات کی حکمرانی چاہتے ہیں اور اُمتِ مسلمہ کو ذلت کی گہرائیوں سے نکالنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی ذمہ داری سمجھنا ہوگی۔ ہمیں اس بات کا فہم جلد از جلد حاصل کرنا ہوگا کہ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام کے لیے جدوجہد کریں اور اس کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں اللہ کی راہ میں کھپائیں۔ قرآن مجید کی تعلیمات کو عام کریں کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے قرآن ہی کو آلہ انقلاب بنایا تھا اور اِس بات کا کامل یقین رکھیں کہ ہماری یہ سعی ضائع نہیں جائے گی۔ چاہے ہم زندہ رہیں یا نہ رہیں کیونکہ اللہ کے نبیؐ ہمیں بشارت دے گئے ہیں کہ ((...... ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ)) ’’پھر خلافت علی منہاج النبوۃ (نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت) قائم ہوگی۔‘‘ (مسند احمد)

عذابوں کا تسلسل کیوں؟

حافظ محمد افضل

جس قدر آفتوں اور ہلاکتوں والے عذابوں کے تسلسل نے ہمارے ملک کو گھیرا ہوا ہے، اسی قدر ہماری بے حسی لاپروائی بڑھتی جارہی ہے اور یہ نہایت ہی خطرناک بات ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنا اصول اور قانون بیان کیا ہے کہ میں دنیا میں وقتی اور عارضی آزمائشیں بھیجتا ہوں تاکہ لوگوں کو توبہ کی توفیق ہو، اپنے گناہوں پر ندامت اور شرمندگی ہو، لیکن اگر اس کے باوجود راہِ حق کی طرف رجوع اور اپنے سیاہ کرتوتوں پر احساس ندامت نہ ہو تو پھر سمجھ لینا چاہیے کہ دل سیاہ ہو چکے ہیں اور اُن پر مہر اور تالے لگ چکے ہیں۔

آج وطن عزیز پر طائرانہ نظر ڈالنے کے بعد یہی منظر سامنے آتا ہے۔ وہی کرپشن، وہی دغابازیاں، وہی ناانصافیاں، حرام اور غلط قسم کے فیصلے، شعائر اسلام کی توہین، دینی اقدار کا تمسخر قتل وغارت گری نجانے کتنے سنگین جرائم کی فہرست ہے۔ اور افسوس ناک بات یہ ہے کہ یہ سارے جرائم بڑی بے باکی اور ڈنکے کی چوٹ پر کیے جارہے ہیں۔ جرم کرنے والے اپنے جرائم کی تاویلیں بھی پیش کرتے ہیں، اور اس پر خوش بھی ہوتے ہیں کہ ان جرائم کی ''سعادت'' انہیں حاصل ہے۔ جب سے مملکت خداداد پاکستان وجود میں آئی ہے۔ آج تک اس کے وجود کے بنیادی ہدف یعنی نفاذ اسلام کے مطالبہ کرنے والوں کو دیوار سے لگایا جاتا رہا۔ کیا نفاذ اسلام کا مطالبہ جرم ہے؟ کیا شریعت کا نفاذ کا مطالبہ کرنے والوں کو زندہ رہنے کا حق بھی نہیں؟ لاکھوں مسلمانوں کے خون سے سینچا ہوا گلشن آج مسلمانوں ہی کے لیے اجنبی بستی کا منظر کیوں پیش کر رہا ہے۔ یاد رکھیں، جب تک اس ملک کو کلمہ طیبہ کے تقاضوں کے مطابق نہیں ڈھالا جاتا، اس وقت تک یہاں امن وسکون غارت رہے گا۔ کیونکہ ہم نے یہ ملک اللہ سے یہ عہد کر کے لیا تھا کہ ہم یہاں اسلام کا قانون نافذ کریں گے اور اسے اسلام کا قلعہ بنائیں گے لیکن 64 سال گزرنے کے باوجود یہاں اسلامی نظام نافذ نہیں ہوا۔ البتہ اسلامی اقدار اور شعائر کی خوب بے حرمتی کی گئی۔ پھر آپ ہی بتائیں امن وسکون کیسے آئے گا۔ یہی زلزلوں کے جھٹکے اور سیلابوں کے ریلے ہمارا مقدر بنیں گے کیونکہ اسلامی نظام کا نفاذ نہ کرنا جرم ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے کھلی بغاوت ہے۔

ایک دفعہ ذہن میں خیال آیا کہ ہم نے کون سے ایسے جرم نہیں کیے جو آفات کو دعوت نہ دیتے ہوں، دل ودماغ نے جب سوچنا شروع کیا تو آواز آئی بس! اپنے اوپر کیوں تمام حجت کر رہے ہو۔ لیکن سوچا کہ آج کھلے دل سے اپنی ساری غلطیوں پر غور کرتے ہیں اور اُن کے تدارک کی کوشش کرتے ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ آج ہم کئی لحاظ سے اجتماعی اور انفرادی بے راہ روی کا شکار ہیں۔ ہمارے اجتماعی گناہ درج ذیل ہیں:

☆ ہم نے قانون الٰہی کو چھوڑ کر انگریز کے کالے قانون کو نافذ کیا ہوا ہے، گویا انگریز کا قانون قرآن کریم سے (نعوذ باللہ) بالادست ہے۔

☆ اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ کرنے والوں کو بلیک لسٹ قرار دے کر معاشرے سے کاٹ دیا ہے، اور فوجی آپریشنوں کے ذریعے ان کی آواز کو دبایا مثلاً جامعہ حفصہ کی طالبات کا قتل عام۔

☆ غلبۂ اسلام کے لیے جدوجہد کے فریضہ کو چھوڑ دیا عالم کفر کے خلاف ہونے والے جہاد کو معاشرہ میں ایک جرم اور مجاہدین کو مجرم بنا دیا اور ان کا گھیرا تنگ کیا۔

☆ حدود وقصاص کے قوانین میں ترمیم کر کے ان کا حلیہ بگاڑا۔

☆ کئی افراد کو جہاد کے جرم بے گناہی میں لاپتہ کر کے ان کے پسماندگان کو مار ڈالا۔

☆ پورے ملک کو سود کی لعنت میں جکڑ دیا۔ حالانکہ سودخوروں کے لیے اللہ نے اعلان جنگ کیا ہے۔ پھر کیوں گلے شکوے کریں؟

☆ کئی لوگ جیلوں میں بے گناہ قید کاٹ رہے ہیں اور انصاف کو ترس رہے ہیں اور مجرم باہر دندناتے پھرتے ہیں۔

☆ گانے اور موسیقی کی قباحت اور برائی دلوں سے نکل گئی اور یہ گناہ برسرعام کیا جارہا ہے اور جائز سمجھ کر کیا جارہا ہے۔

☆ بے پردگی، بے حیائی اور بے غیرتی والے فیشن معاشرے کے ساتھ چلنے کے لیے مجبوری بن گئے ہیں۔

☆ حرام خوری، رشوت ستانی، ظالمانہ ٹیکس اور کام چوری ہماری زندگی کا لازمی حصہ بن چکی ہے۔ انفرادی زندگی میں دیانت وامانت اور سچائی عنقا ہو چکی ہے۔

ہمارے لیے نجات کا واحد راستہ یہی ہے کہ اجتماعی اور انفرادی توبہ کریں۔ اور توبہ کے لیے صرف زبان سے کہنا کافی نہیں بلکہ دل سے اپنی غلطیوں کو تسلیم کر کے شرمندہ ہوں اور آئندہ کے لیے ان سارے گناہوں کو ترک کریں۔ اور آئندہ اِن کے ارتکاب نہ کرنے کا عزم کریں۔ اگر ان گناہوں کا تعلق بندوں کے حقوق غصب کرنے سے ہو تو ان کی تلافی کریں۔ اِس کے بغیر توبہ کامل نہ ہوگی۔ یہی قانون الٰہی ہے ورنہ موت کے آثار دیکھ کر تو فرعون بھی ایمان لایا تھا۔ اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے۔ کچھ عرصہ پہلے ڈینگی مچھر نے ہماری راحت اور سکون چھینا ہے، مچھر کی کیا مجال تھی کہ وہ اتنا طاقتور ہو جاتا اور انسانی زندگیوں کو چیلنج کرتا پھرتا، مگر یہ مالک اور خالق کی طرف سے تنبیہ تھی جو اس کے اس حقیر جسم والے ادنیٰ مچھر کے ذریعے ہمیں کی۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ اب ہمارا مجموعی ضمیر بیدار ہونے اور متفکر ہونے کی بجائے کھیل تماشوں، تجزیوں اور تبصروں کا خوگر بن چکا ہے۔ ٹی وی اینکر علماء کرام کو فون کر کے پوچھتے ہیں کہ یہ عذاب کیوں آتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ کوئی ایسا سوال نہیں جس کے لیے زیادہ سوچ بچار کی ضرورت ہو۔ ہر شخص اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے تو جواب خود بخود سمجھ آجائے گا اور معلوم ہو جائے گا کہ عذابوں کا تسلسل کیوں نہیں ٹوٹتا۔ کاش کہ ہم سنجیدگی سے اس پر غور کر لیں۔

قوم کو بزدل بنانے کی سازش!

ضمیر اختر خان

اہل ایمان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام قرآن مجید فرقان حمید میں فرمایا ہے کہ وہ سوائے اللہ جل شانہ کے کسی سے نہیں ڈرتے۔(سورۃ الاحزاب:39) خاص طور پر حق و باطل کے معرکے میں تو وہ بالکل نہیں گھبراتے بلکہ کفار کے لشکروں کو دیکھ کر ڈر یا خوف کی بجائے ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔(سورۃ الاحزاب:22) البتہ منافقوں کے بارے میں قرآن کی گواہی یہ ہے کہ وہ حق و باطل کی کشمکش میں گھبرا جاتے ہیں اور خوف و ڈر کی وجہ سے وہ اللہ اور رسول ﷺ پر بھی طعن کرنے سے نہیں چوکتے۔(سورۃ الاحزاب:19,12) مسلمانان پاکستان کو آج کل امریکہ کی طاقت سے ڈرانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ امریکہ کی حربی صلاحیت ہماری صلاحیت سے بہت زیادہ ہے۔ اسی طرح کی بات حضرت طالوت کے ساتھیوں نے جالوت کی طاقت کو دیکھ کر کہی تھی

﴿قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ﴾

(البقرۃ249)

"انہوں نے کہا آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔"

لیکن جو ان میں سے اللہ کی ملاقات کا یقین رکھتے تھے وہ جالوت کی طاقت سے ہرگز مرعوب نہیں ہوئے بلکہ اپنے ایمان اور اللہ کی قدرت پر یقین کا اظہار انہوں نے ان الفاظ میں کیا

﴿قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (البقرۃ:249)

"جو لوگ یقین رکھتے تھے کہ ان کو اللہ کے روبرو حاضر ہونا ہے وہ کہنے لگے کہ بسا اوقات تھوڑی سی جماعت نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے۔ اور اللہ استقلال رکھنے والوں کے ساتھ ہے۔"

امریکہ کی حالیہ سلالہ چیک پوسٹوں پر ظالمانہ کارروائی ہو یا اس سے قبل ہزاروں پاکستانی مسلمانوں کا ڈرون کے ذریعے قتل عام ہو، قوم ہمیشہ جوابی کارروائی کا تقاضا کرتی رہی، مگر قوم کے لیڈر تسلسل سے امریکہ کی ہیبت قوم کے دلوں میں بٹھانے کی ناکام کوشش کرتے رہے۔ یہ خود بزدل ہیں اور قوم کو بھی بزدل بنانے کی سازش کر رہے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو پاکستان کے دفاع اور تحفظ کی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر لیے ہوئے ہیں، جن کے وجود کا جواز ہی ہر جارح کو منہ توڑ جواب دینے پر ہے۔ دنیا کی چھٹی مضبوط فوج جس ملک کے پاس ہو اور State of the art جوہری میزائل سسٹم ہو وہ کسی دوسری طاقت کے بارے میں یہ کہے کہ ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے، یہ ناقابل یقین ہے۔ یہ منافقت ہے اور کفران نعمت ہے۔ اس کا قیامت کے دن حساب دینا پڑے گا۔ ہم سے تو ایرانی بہتر ہیں کہ جن کے پاس جوہری طاقت نہیں ہے لیکن انہوں نے امریکہ پر واضح کیا ہوا ہے کہ وہ ہر قسم کی جارحیت کا جواب دیں گے۔ امریکہ آج تک ان کا بال بیکا نہیں کر سکا۔ شمالی کوریا کو دیکھئے، وہ کس طرح امریکہ کو آنکھیں دکھاتا ہے۔ ہم تو مسلمان ہیں۔ باطل کے مقابلے میں سینہ سپر ہونا تو ہمارے ایمان کا تقاضا ہے۔ مؤمن موت سے نہیں ڈرتا۔ ہاں منافقوں کو موت سے بہت ڈر لگتا ہے۔ منافقوں کا عقیدہ ہے کہ موت صرف میدان جنگ میں آتی ہے۔ اسی لیے وہ شہادت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہونے والے مؤمنین صادقین کے بارے میں کہتے تھے۔

﴿لَوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا﴾

(سورۃ آل عمران156)

"اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔"

ہم ان بزدل حضرات سے یہ کہیں گے کہ اپنے اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر اتنا تو بھروسا کریں جتنا مکہ کے مشرکوں نے ابرہہ کے اس لشکر کو دیکھ کر کیا تھا، جو کعبۃ اللہ کو گرانے کے لیے مکہ پر چڑھائی کر کے آیا تھا۔

ہمارے لیڈروں کا مسئلہ یہ ہے کہ انہوں نے نہ تو قرآن پڑھا ہے اگر پڑھا بھی ہے تو سمجھنے کی تکلیف گوارا نہیں کی اور نہ ہی وہ رسول ﷺ کی سیرت سے واقف ہیں۔ یہی وجہ کہ وہ خود بھی بزدلی جیسے موذی مرض میں مبتلا ہیں اور قوم کو بھی بزدل بنانے کی دن رات کوشش کر رہے ہیں۔ اپنی بزدلی کو چھپانے کے لیے عجیب وغریب زبان بولتے ہیں۔ کہتے ہیں "ہمیں نہ امریکہ کے سامنے لیٹنا چاہیے اور نہ ہی کھڑے ہونا چاہیے۔" اللہ کرے کہ کوئی اس ناشائستہ جملے کا مطلب نہ سمجھ سکے۔ ہم یہاں چند آیات بینات کا ترجمہ درج کر رہے ہیں، تاکہ وہ لوگ جو بزدلی و نامردی سے نجات پانا چاہیں تو وہ اس نسخۂ کیمیا سے استفادہ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ (مخالف) کافروں سے جنگ کریں اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی محسوس کریں۔ اور جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ (سورۃ التوبۃ:123) ہمارے ایک حکمران نے اس حکم ربانی کے خلاف کام کیا جس کو Soft image سے تعبیر کیا گیا حالانکہ اللہ نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ اے نبی! ان کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجیے اور ان پر سختی کیجیے (التوبۃ:73، التحریم:9) مزید براں نبی ﷺ کو اللہ یہ حکم بھی دیتا ہے کہ ایمان والوں کو جنگ کی ترغیب دیجیے۔ اگر ان میں بیس ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو وہ دو سو کافروں پر غالب رہیں گے۔ اس لیے کہ کافر ایسے لوگ ہیں کہ کچھ بھی سمجھ نہیں رکھتے (الانفال:65) یہ تناسب اعلیٰ ترین ایمان کے حوالے سے قائم ہوا۔ کمزور ایمان کے ساتھ بھی ایک اور دو کی نسبت اللہ نے برقرار رکھی ہے۔ فرمایا "اب اللہ نے تم پر سے بوجھ ہلکا کر دیا

اور معلوم کرلیا کہ ابھی تم میں کسی قدر کمزوری ہے۔ پس اگر تم میں ایک سو ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب رہیں گے۔ اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کا مددگار ہے۔‘‘ (الانفال:66)

قرآن حکیم میں اس مضمون کی متعدد آیات موجود ہیں۔ ان آیات کی روشنی میں اگر ہم اپنی دفاعی صلاحیت کا جائزہ لیں تو اللہ نے ہمیں اس قابل کیا ہوا ہے کہ ہم امریکہ سے ٹکر لے سکتے ہیں۔ اگر ہم جوہری طاقت نہ ہوتے تو تناسب بگڑ جاتا، اگرچہ اس صورت میں بھی ’’لڑا دے ممولے کو شہباز سے‘‘ کا مظاہرہ کرتے مگر دشمن کے سامنے ہرگز نہ لیٹتے۔ اس وقت تو صورت حال مختلف ہے۔ ہم امریکہ کے مقابلے میں دفاعی اعتبار سے ایک نسبت و تناسب رکھتے ہیں۔ اپنی اس حیثیت کو فراموش کرکے اگر ہم دشمن کو یہ تأثر دیں گے کہ ہم مقابلہ نہیں کر سکتے تو پھر دشمن ہم پر چڑھ دوڑے گا۔ آیئے، اپنے ایمان کی تجدید کریں۔ امریکہ سے رشتہ توڑ کر اپنے رب سے مضبوط تعلق قائم کریں۔ وہ رب ہماری ضرور مدد کرے گا۔ اس کا وعدہ ہے:

﴿اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَیَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡاَشۡہَادُ﴾ (المومن:51)

’’ہم لازماً مدد کریں گے اپنے رسولوں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔‘‘

اتنی تسلی والی ہدایات اور وہ بھی اللہ قادر مطلق کی جانب سے ملنے کے باوجود اگر ہم بزدل ہی رہنا چاہتے ہیں تو پھر ہمارا اللہ ہی حافظ ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے زمین کی سطح کی بجائے زمین کا پیٹ بہتر ہے۔

معمار پاکستان نے کہا

’’وہ کون سا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں؟ وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے؟ وہ کون سا لنگر ہے جس سے اس اُمت کی کشتی محفوظ کردی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن مجید ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا، ایک رسولؐ، ایک کتاب، ایک اُمت۔‘‘

(اجلاس مسلم لیگ، کراچی 1943ء)

جنوری 2012 کا شمارہ شائع ہوگیا ہے

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں
تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

انسان اور جنگ .... ایوب بیگ مرزا
پاکستان کے موجودہ مسائل اور ان کا حل
قرآن و سُنّت کی روشنی میں .... حافظ عاکف سعید
وَاعۡتَصِمُوۡا بِاللّٰہِ .... حافظہ منزہ رشید
تربیت اولاد میں حیا کا عنصر .... نگہت حسین
امن و سلامتی کا پیام بر کلمہ .... عتیق الرحمٰن صدیقی
اذان اور اقامت .... حافظ محمد زاہد

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ’’بیان القرآن‘‘ تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت: 25 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 250 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-042-35869501، email:maktaba@tanzeem.org

النصر لیب An ISO 9001:2008 QMS Certified Lab.

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ڈیجیٹل ایکسرے، ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی جدید اقسام کلر ڈاپلر، 4-D، T.V.S، ایکو کارڈیوگرافی، Lungs Function Tests اور Digital Dental (OPG) X-Ray کی سہولیات

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

خواتین کے لیے لیڈی الٹراسونولوجسٹ کی سہولت مہیا کردی گئی ہے۔

خصوصی پیشکش

مکمل میڈیکل چیک اپ

الٹراساؤنڈ (پیٹ)، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method) مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/3500 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

950-B فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph: 3 516 39 24, 3 517 00 77 Fax: 3 516 21 85
Mob: 0300-8400944, 0301-8413933 E-mail: info@alnasarlab.com

سلام کی فضیلت، افادیت اور اہمیت

حافظ منشی عبدالغفور

سلام کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا﴾ (النساء)

”اور جب تم کو کوئی سلام کرے تو تم اُس سے اچھے الفاظ میں سلام کرو یا ویسے ہی الفاظ سے سلام کرو بلاشبہ اللہ ہر چیز پر حساب لیں گے۔“

سلام کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”کیا تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اُس کو کرو گے تو تم میں آپس میں محبت پیدا ہو جائے گی، وہ یہ کہ سلام کو آپس میں پھیلاؤ (یعنی خوب اِس کی اِشاعت کرو۔)“ جو شخص سلام کرنے میں بخل کرتا ہے وہ لوگوں میں سب سے بڑا کنجوس ہے۔

سلام کرنے والے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ آپؑ نے فرشتوں کی ایک جماعت کو سلام کیا تھا۔ جواب دینے والی سب سے پہلی فرشتوں کی ہی جماعت تھی۔ سلام ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی سنت ہے۔ اس کے کرنے کی تاکید و تلقین سید کونین ﷺ نے ہر مسلمان کو فرمائی ہے۔

سلام اللہ کا ذکر ہے، کیونکہ سلام اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سے ایک مقدس نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلام کو افضل الاعمال قرار دیا گیا ہے۔

سلام اللہ کی دی ہوئی ایک مبارک نشانی اور بابرکت تحفہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا پیغامِ فوز و فلاح ہے۔ یہ اِخلاص اور اخلاق کے حصول کا ذریعہ اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے لیے انمول پاکیزہ ہدیہ ہے۔

سلام کرنا سنت کفایہ اور اس کا جواب دینا واجب کفایہ ہے۔ یہ باہمی دشمنی اور کدورت کو دور کرنے کا آلہ اور شعارِ مسلم ہے۔ یہاں سنت کا ثواب واجب سے بڑھا ہوا ہے۔

سلام میں پہل کرنا فضیلت و سعادت اور تواضع پر دلالت کرتا ہے۔ سلام کثرت سے کرنا ایمان و امان نیکی اور سادگی کی علامت ہے۔ سلام میں پہل کرنے والے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کا قرب اُس کی رضا، اور خوشنودی رحمت و مغفرت ہے۔ سلام کا زیادہ فائدہ سلام میں پہل کرنے والے کو ہوتا ہے۔ اس لیے سلام کرنے میں ہر جگہ سبقت کی جائے (پہلے سلام بعدہٗ کلام پر عمل کیا جائے۔)

سلام وہ کلمہ ہے جسے قرآن کریم نے تحیۃ مبارکہ کہا ہے۔ یہ باہم بہترین دعا بھی ہے اور عبادت بھی۔ اس لیے عبادت و دُعا کی نیت سے سلام کہنا چاہیے۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ سلام مع مصافحہ ہر جانے انجانے مسلمان بھائی کو کیا جائے۔ سلام مصافحہ کے ذریعے مکمل ہوتا ہے۔

سلام کرنے میں پہل کرنے کو خوب رواج دیا جائے۔ اس لیے کہ سلام میں پہل کرنے سے، آنے والے شخص کو مجلس میں باحترام جگہ دینے سے، اور اس کے پسندیدہ نام کے ساتھ پکارنے سے قلبی کدورت دور ہوتی ہے، باہمی مودّت و مروّت بڑھتی ہے۔ سوار پیدل چلنے والے کو، کھڑا ہوا بیٹھے ہوئے کو، بڑی جماعت چھوٹی جماعت کو سلام کرے۔ بطریق مسنون بچوں کو بھی سلام کرنے میں پہل کی جائے۔

جن گھروں میں کالنگ بیل فِٹ ہو وہاں ملاقات کے وقت سلام کرو۔ فون پر ہیلو کی بجائے کلام کی ابتدا اِسی کلمہ (سلام) سے کی جائے۔ جہاں ملاقات کے لیے وزٹنگ کارڈ لیا دیا جائے وہاں کارڈ پر سلام لکھا جائے۔ سلام اگر خط میں لکھا ہوا پڑھے تو زبان سے اس کا جواب دینا ضروری ہے۔ دوسرے شخص کے ذریعہ سلام بھیجنا بھی سنتِ رسول ﷺ ہے۔

سلام خالی گھر اور کمرے میں ان کلمات سے کیا جائے، السلام علینا و علیٰ عباداللہ الصالحین۔ نیز گھر سے باہر نکلتے ہوئے اور بوقتِ رخصت بھی سلام و مصافحہ کیا جائے۔

سلام کا جواب سلام کرنے والے کو سنانا بھی ضروری ہے۔ قریب ہو تو آواز سے، دور یا بہرہ ہو تو زبان کے ساتھ اِشارے سے بھی جواب دیا جائے۔

سلام بطریق مسنون السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ کے ساتھ کرنا چاہیے۔ جواب ”وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ سے دینا چاہیے۔

سلام کرتے وقت تین افراد کو سلام کرنے کی نیت کر لی جائے۔ ایک تو سامنے والے شخص کو اور دو اُن فرشتوں (کراماً کاتبین) کو جو اُس کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں۔

پیشاب یا پاخانہ کرنے والے، خطبہ دینے اور سننے والے، اذان و اقامت کہنے والے، علم حدیث اور دینی کتابوں کا درس دینے والے، ذکر اللہ کرنے والے، قرآن حکیم اور نماز پڑھنے والے، نکاح پڑھانے والے، سونے اور کھانا کھانے والے اور فِسق و فجور میں مشغول ہونے والے اشخاص کو سلام نہیں کرنا چاہیے۔

ضرورت ہے

F.A یا مساوی تعلیم کے حامل ہونہار اور دیانت دار نوجوان کی ضرورت ہے جو اکاؤنٹس، پرچیز اور دیگر معاملات کی سمجھ بوجھ رکھتا ہو۔ رفقاء تنظیم اسلامی کو ترجیح دی جائے گی۔ رابطہ: چودھری نثار احمد 0321-9455301

ضرورت رشتہ

☆ امریکہ میں مقیم فیملی کو اپنے دو بیٹوں عمریں اور تعلیم بالترتیب 25 سال، تعلیم ایم ایس سی مکینیکل انجینئرنگ (یو ایس اے) اور 21 سال میڈیکل میں زیر تعلیم کے لیے صوم و صلوٰۃ کی پابند، نیک سیرت، خوبصورت، تعلیم یافتہ لڑکیوں کے رشتے درکار ہیں، جو ترجمہ و تفسیر جانتی ہوں اور درس قرآن دے سکیں۔ نیز امور خانہ داری میں دلچسپی رکھتی ہوں۔ برائے رابطہ: 0323-8827251

☆ لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنی بیٹی، عمر 22 سال، تعلیم ایم اے انگلش (اسلامی یونیورسٹی) کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ رفیق تنظیم کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0322-4378497

☆ اسلام آباد میں مقیم فیملی کو اپنی بیٹی عمر 24 سال، کیپٹن سائیکالوجسٹ کے لیے دینی مزاج کے حامل نوجوان (ترجیحاً ڈاکٹر) کا — اور بیٹے عمر 26 سال واٹرلو یونیورسٹی کینیڈا میں پی ایچ ڈی میں زیر تعلیم کے لیے دینی مزاج کی حامل (ترجیحاً ڈاکٹر) لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-8550958

کالم آف دی ویک

خلافت راشدہ اور اسلامی فلاحی ریاست!

ابوعمار زاہد الراشدی

عمران خان آج کل اپنی زندگی کی سب سے بڑی اور سب سے مشکل اننگز کھیل رہے ہیں اور ابھی تک کامیاب جا رہے ہیں۔ بلا ہاتھ میں ہوتا ہے تو چوکے چھکے لگاتے چلے جاتے ہیں اور گیند پکڑتے ہیں تو وکٹیں اڑانے کی رفتار بھی ویسی ہی ہوتی ہے۔ نوجوانوں کو ورلڈ کپ جیتنے والا عمران خان ایک بار پھر فارم میں دکھائی دے رہا ہے اور مجھ جیسے بوڑھے ابھی تک کبھی آنکھیں ملتے اور کبھی عینک کے شیشے صاف کرتے ہوئے اس قدر نئے منظر کو سمجھنے کی کوشش میں مصروف ہیں، کراچی کا جلسہ دیکھ کر میرا تاثر یہ ہے کہ میچ کا نتیجہ کچھ بھی ہو، مگر اس بار عمران خان ''مین آف دی میچ'' کا اعزاز بہرحال حاصل کر ہی لیں گے۔

کراچی کے جلسے کا حال بتاتے ہوئے مجھے ایک دوست نے کہا کہ ''کیا یہ سب کچھ ایجنسیوں کا کھیل تو نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ''ایجنسیاں ہمارے ملک کے کون سے سیاسی کھیل کے پس منظر میں موجود نہیں رہیں؟ کم از کم میں تو اپنی پینتالیس سالہ (25 سالہ متحرک اور 20 سالہ غیر متحرک) سیاسی زندگی میں کسی ایسی تحریک سے آگاہ نہیں ہوں جس کے پیچھے ایجنسیوں کی جھلک کسی نہ کسی درجے میں دکھائی نہ دے رہی ہو۔ ہمارے ہاں اقتدار تک پہنچنے کا راستہ ایجنسیوں کی دلدل کے بیچ میں سے ہی جاتا ہے اور اگر کوئی خوش قسمت اس دلدل کو کسی نہ کسی طرح عبور کر ہی لے تو بین الاقوامی لابیوں کی ''ریڈ لائنز'' سے اسے الگ سے نمٹنا پڑتا ہے۔

پاکستان میں قومی سیاست کا کوئی راستہ اگر ایجنسیوں کی دلدل سے ہٹ کر نکلتا دکھائی دیتا تو میرے جیسے سینکڑوں، بلکہ شاید ہزاروں مشنری اور نظریاتی سیاسی کارکن فیلڈ سے باہر تماشائیوں میں کھڑے خالی تالیاں نہ پیٹ رہے ہوتے، اس لیے اگر عمران خان بھی اسی دلدل سے اپنا راستہ بنانے کی کوشش رہے ہیں، جس دلدل میں ملک کے باقی سیاستدان اپنے اپنے ظرف کے مطابق کوئی ٹخنوں تک، کوئی گھٹنوں تک اور کوئی کمر تک دھنسے ہوئے نظر آ رہے ہیں، تو مجھے اس پر کوئی تعجب نہیں ہے اور میں ایک پرانے سیاسی کارکن کے طور پر قومی سیاست میں اس نئے خون یا کم از کم نئے رجحان کے اضافے پر خوش ضرور ہوں۔

ایک روایت میں تقوے کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ کسی شخص کو خاردار جھاڑیوں کے درمیان سے گزرنا پڑ جائے تو جس طرح وہ جسم کو سکیڑتے اور دامن کو سمیٹتے ہوئے گزرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ کم سے کم کانٹے اس کے کپڑوں سے الجھیں اور اس کے جسم میں چبھیں، اسی طرح تقویٰ والا مسلمان بھی اس کوشش میں ہوتا ہے کہ خواہشات کی جھاڑیوں میں سے گزرتے ہوئے گناہوں کے کانٹوں سے اسے کم سے کم واسطہ پڑے، اس لیے عمران خان ہوں یا کوئی بھی اور سیاستدان، میرے نزدیک اس سلسلے میں ترجیح کی بنیاد یہ ہے کہ معروضی حالات میں اس دلدل سے گزرتے ہوئے اس کا رُخ کس طرف ہے اور وہ دلدل کی گہرائی میں جانے سے بچنے کی کس حد تک کوشش کر رہا ہے؟

بہرحال یہ ''کمنٹری'' تو میچ کے ساتھ ساتھ چلتی رہے گی اور حتمی نتیجہ میچ کے اختتام پر ہی سامنے آئے گا، مگر سردست یہ سطور تحریر کرنے پر مجھے جس چیز نے تحریک دی ہے، وہ کراچی کے جلسۂ عام سے خطاب کے دوران عمران خان کا یہ جملہ ہے کہ ''ہم پاکستان کو خلافت راشدہ کی طرز کی اسلامی اور فلاحی ریاست بنائیں گے۔''......

یہ ایک ایسا جملہ ہے کہ جھوٹ بھی ہو تو بار بار سننے کو جی چاہتا ہے اور زبان بے ساختہ ایک پرانے پنجابی گانے کا یہ بول گنگنانے کے لیے مچلنے لگتی ہے کہ ''جھوٹیا وے اک جھوٹ ہور بول جا''...... ''خلافت راشدہ'' کا نعرہ ہم نے اپنی زندگی میں بہت سے سیاستدانوں سے سنا ہے۔ ان میں سے بعض اقتدار میں بھی آئے ہیں اور انہیں اپنے اس نعرے کو عملی جامہ پہنانے کا موقع ملا ہے، مگر ہر بار غالب مرحوم کا یہ شعر ہی دل کی تسلی کا ذریعہ بن سکا ہے کہ۔

ترے وعدے پہ جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

البتہ عمران خان چونکہ قومی سیاست کی اس سطح پر نووارد ہیں اور ہمارے ہاں عام سی روایت ہے کہ ہر نئے آنے والے کو یہ کہہ کر چانس دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ''چلو! اسے بھی دیکھ لیتے ہیں''...... تو ہم بھی اسی ٹمٹماتی ہوئی امید پر اس حوالے سے عمران خان اور اس کے رفقاء کی خدمت میں دو گزارشات پیش کرنا چاہتے ہیں...... ایک یہ کہ ''خلافت راشدہ'' کی بات کرتے ہوئے اس کا کوئی خاکہ اور مفہوم بھی آپ حضرات کے ذہن میں ہونا چاہیے کہ ''خلافت راشدہ'' کا حدود اربعہ کیا ہے اور اس کے عملی تقاضے کیا ہیں؟ اس پر آپ کے اہل دانش کی ایک ٹیم کو پورے غور و خوض کے ساتھ ''ہوم ورک'' کرنا چاہیے اور آج کے معروضی حالات میں خلافت راشدہ کے اصولوں اور طرز حکمرانی کی تطبیق کی عملی صورتیں طے کرنی چاہئیں۔ تاریخ اور نظام خلافت کے ایک طالب علم کے طور پر خلافت راشدہ کے تعارف کے لیے اس دور خلافت کی چند جھلکیاں نمونہ کے طور پر پیش کرنا چاہ رہا ہوں۔

☆ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنا جانشین نامزد کرنے کی بجائے اس کے انتخاب کو امت کی صوابدید پر چھوڑ دیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلم حکمران کا انتخاب امت کی اجتماعی صوابدید پر ہوگا۔

☆ خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبے میں واضح اعلان کیا تھا کہ وہ قرآن وسنت کے پابند رہیں گے اور اس سے انحراف کی صورت میں ان کی اطاعت رعایا پر ضروری نہیں رہے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے ایک ایسے دستور و قانون کی پابندی کا عہد کیا، جس میں رد و بدل کا انہیں یا کسی اور کو سرے سے اختیار ہی حاصل نہیں ہے، اسی لیے خلافت کو شخصی، خاندانی یا گروہی حکومت کی بجائے دلیل کی حکومت اور قانون کی حکمرانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سرکاری اموال اور وسائل کی تقسیم میں ترجیح کی بجائے مساوات کے اصول کا اعلان کیا اور فرمایا کہ سرکاری اموال میں سب شہریوں کا حق برابر ہے۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرکاری حکام کے لیے

باریک لباس، عمدہ سواری، چھنے ہوئے آٹے کی روٹی اور دروازے پر ڈیوڑھی بنانے پر پابندی لگا کر معاشرتی امتیازات اور وی آئی پی سسٹم کا خاتمہ کر دیا اور حکمرانوں کو رعایا کے معیار اور طرز پر زندگی گزارنے کا پابند بنایا۔

☆ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں نے اپنے اوقات میں عوام کو حق دیا کہ وہ اپنے حکمرانوں کا کھلے بندوں احتساب کر سکتے ہیں اور عام لوگوں نے عملاً بھی ایسا کیا۔

☆ حضرت عثمانؓ نے اپنے اوپر لگائے جانے والے اعتراضات کے حوالے سے پورے ملک میں اعلانات کرا کے حج کے موقع پر اپنے گورنروں کو منیٰ کے میدان میں بلوایا اور عوام کے سامنے احتساب کے لیے پیش کیا اور خود اپنے اوپر لگنے والے الزامات کے جوابات دیئے۔

☆ حضرت علیؓ نے زرہ کے کیس میں امیر المومنین ہوتے ہوئے بھی قاضی شریحؒ کی عدالت میں خود پیش ہو کر بتایا کہ اسلامی ریاست میں کوئی بھی شخص عدالت میں حاضری سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

☆ حضرت عمرؓ نے معاشرے کے ہر طبقے کے افراد کے لیے بیت المال سے بلا امتیاز وظیفے مقرر کر کے یہ اصول قائم کیا کہ بیت المال شہریوں کی ضروریات زندگی کا کفیل اور ضامن ہے، حتیٰ کہ یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا کہ اگر دریائے فرات کے کنارے پر کوئی کتا بھوک سے مر جائے تو اس کی ذمہ داری عمرؓ پر ہوگی۔

☆ حضرت عمرؓ نے معاشرتی امتیاز اختیار کرنے والے گورنروں کو باقاعدہ سزا دے کر حکام اور افسران کے احتساب کی عملی روایت قائم کی۔

یہ چند جھلکیاں ہیں، جن سے ''خلافتِ راشدہ'' کے بنیادی ڈھانچے کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ جناب عمران خان سے گزارش ہے کہ وہ اس نظام کا پوری طرح مطالعہ کریں اور باقاعدہ ''ہوم ورک'' کر کے آج کے دور میں اس کی تطبیق کی صورتیں متعین کریں، جبکہ عمران خان سے ہماری دوسری گزارش یہ ہے کہ قومی خود مختاری کے تحفظ، کرپشن کے خاتمے، لوٹ کھسوٹ کے احتساب اور خلافت راشدہ کی طرز کی اسلامی فلاحی ریاست کے بارے میں ان کے دعوے بہت اچھے ہیں...... مگر کیا عمران خان صاحب اپنے وعدے اقتدار میں آنے کے بعد بھی یاد رکھیں گے اور ان پر عملدرآمد کریں گے؟

(بشکریہ روزنامہ ''پاکستان'' لاہور)

☆☆☆

مرکزی شعبہ نشر و اشاعت
کی پیشکش

CALENDAR 2012

6 صفحات پر مشتمل شمسی و قمری کیلنڈر
قرآنی آیات کی خوبصورت خطاطی سے مزین
☆ 4 دیدہ زیب رنگ ☆ خوبصورت ڈیزائن
☆ عمدہ آرٹ پیپر ☆ سائز "18"x23
خصوصی رعایتی قیمت 60 روپے

رفقاء و احباب یہ خوبصورت کیلنڈر خود بھی لیں
اور دعوتی نقطہ نظر سے خرید کر احباب میں تحفہ کے طور پر تقسیم کریں
رفقاء تنظیم اسلامی کیلنڈر حاصل کرنے کے لیے اپنے مقامی مراکز کے ذریعے رابطہ کریں

مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی
36-K، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: 3-(042)35869501
فیکس: 35834000
media@tanzeem.org

مرکز تنظیم اسلامی
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور
فون: 36316638,36366638
فیکس: 36271241
markaz@tanzeem.org

www.tanzeem.org

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی میں

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

7 جنوری 2012ء، (بروز ہفتہ نماز عصر) تا 13 جنوری (بروز جمعہ نماز جمعہ)

اور

نقباء و امراء تربیتی و مشاورتی اجتماع

13 جنوری 2012ء، (بروز جمعہ نماز عصر) تا 15 جنوری (بروز اتوار نماز ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت
برائے رابطہ
(042)36316638-36366638
0333-4311226

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

امیر تنظیم اسلامی کا حلقہ جنوبی پنجاب کا دورہ

امیر تنظیم اسلامی محترم عاکف سعید ﷾ 3 دسمبر 2011ء کو حلقہ جنوبی پنجاب کے دورہ پر بہاولپور تشریف لے گئے، جہاں سے بعد نماز مغرب وہ ناظم اعلیٰ کی معیت میں قرآن اکیڈمی ملتان تشریف لائے۔ بعد نماز عشاء امیر محترم نے سالانہ اجتماع کے ناظمین، معاونین اور رضا کار رفقاء سے ملاقات کی۔ بعدازاں رفقاء کے ساتھ رات کا کھانا کھایا۔ یہ تقریب منتظمین سالانہ اجتماع اور حلقہ کے ذمہ داران، امراء تنظیم رمنفرد نقباء کے اعزاز میں منعقد ہوئی۔ اس میں حلقہ کے ساتوں امراء تنظیم اور تین منفرد نقباء شریک ہوئے۔

4 دسمبر بروز اتوار بعد نماز فجر امیر حلقہ ڈاکٹر طاہر خان خاکوانی کی امراء تنظیم و منفرد نقباء سے سہ ماہی مشاورتی میٹنگ ہوئی، جو ایک گھنٹہ جاری رہی۔ بعدازاں رفقاء نے امیر محترم کے ہمراہ ناشتا کیا۔ دن 10 بجے رفقاء حلقہ کا اجتماع ہوا، جس میں امیر محترم نے مختصر خطاب کیا۔ امراء نے امیر محترم سے اپنی اپنی تنظیم اور نقباء نے اپنے اسروں کے نئے رفقاء کا تعارف کرایا۔ آخر میں سوال جواب کی نشست ہوئی۔ نماز ظہر سے قبل امیر محترم نے رفقاء سے بیعت لی۔ بعدازاں تمام رفقاء کو ظہرانہ دیا گیا۔ اس اجتماع میں حلقہ کے منفرد رفقاء کے علاوہ تونسہ، جلال پور، کوٹ ادو، ڈی جی خان، لیہ، مظفر گڑھ، وہاڑی اور بہاول پور کے رفقاء نے بھی شرکت کی۔ شرکاء کی مجموعی تعداد 250 کے قریب رہی۔ امیر محترم کا یہ دورہ بہت کامیاب رہا۔ رفقاء کو امیر تنظیم سے ملاقات کا موقع میسر آیا۔ رفقاء نئے جوش و ولولہ کے ساتھ دعوت و اقامت دین کے اس قافلے میں دوسروں کو ہمسفر بنانے کا عزم نو لے کر اپنے گھروں کو لوٹے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ بانی تنظیم کے لگائے ہوئے باغ کو سدا شاداب رکھے۔ (آمین) (مرتب: شوکت حسین انصاری)

تنظیم اسلامی کورنگی شرقی کے تحت غیر فعال رفقاء سے رابطہ مہم

تنظیم اسلامی کراچی جنوبی کی طرف سے ہدایت دی گئی کہ 9 اور 10 محرم الحرام کی تعطیلات میں مقامی تنا‌ظیم ایک مہم کی صورت میں غیر فعال رفقاء سے اُن کے گھر جا کر ملاقاتوں کے لیے ٹیمیں تشکیل دیں اور کوشش کی جائے کہ ہر غیر فعال رفیق سے ملاقات ہو سکے۔ اس ضمن میں تنظیم اسلامی کورنگی شرقی کے تحت 8 محرم بروز اتوار رفقاء کی تربیتی نشست منعقد کی گئی۔ اس نشست کا آغاز صبح 9 بجے "حقیقت انسان" کے موضوع پر ڈاکٹر محمد عبدالسمیع کے ویڈیو خطاب سے ہوا، جس کو رفقاء نے بہت پسند کیا۔ پروگرام کے دوسرے حصے میں مقامی امیر انجینئر نعمان اختر نے رفقاء کی فرمائش پر نمازِ جنازہ پڑھانے کے طریقۂ کار کو واضح کیا، تاکہ ہر رفیق اس قابل ہو کہ اپنے قریبی رشتہ دار کا جنازہ خود پڑھا سکے۔ چائے کے وقفہ کے بعد بانیٔ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ٹی وی پر نشر ہونے والا ایک انٹرویو دکھایا گیا جو حالات حاضرہ کے اعتبار سے بہت مفید رہا۔ پروگرام کے آخری حصے میں انجینئر نعمان اختر نے فعال رفقاء کی 10 ٹیمیں تشکیل دیں۔ ہر ٹیم دو یا تین رفقاء پر مشتمل تھی اور ان میں ایک ملتزم رفیق کو ٹیم کا امیر بنایا گیا۔ ہر ٹیم کو ایک یا دو غیر فعال رفقاء سے ملاقات کرنے کا ٹارگٹ دیا گیا۔ نعمان اختر نے ملاقات کے حوالے سے رفقاء کو چند مفید ہدایات بھی دیں۔

10 (اور 9 یا 11) محرم الحرام کو عموماً لوگ سنت کے مطابق روزہ کا اہتمام کرتے ہیں۔ اسی حوالے سے ایک افطار پارٹی کا اہتمام کیا گیا اور غیر فعال رفقاء کو تشکیل دیے گئے گروپس کے ذریعے دعوت دی گئی۔ اللہ ہی کی تائید و نصرت اور رفقاء کی محنت سے اس افطار پارٹی میں تقریباً 45 رفقاء نے شرکت کی جن میں 25 میں سے 15 غیر فعال رفقاء بھی شامل تھے۔ اِس ملاقات میں مقامی امیر نعمان اختر نے رفقاء کو اُن کے مشن کی اہمیت اور اس حوالے سے انسانی کمزوریوں کی طرف توجہ دلائی اور ایک نیا اسرہ تشکیل دیا، جو غیر فعال رفقاء پر مشتمل ہوگا۔ اُسرہ کی تربیت کی ذمہ داری اُنہوں نے خود سنبھالی اور اپنی معاونت کے لیے نقیب اعلیٰ فریدالدین اور فعال رفیق سلمان اظہر کو مقرر کیا۔ اللہ ہماری ان مساعی میں خلوص عطا فرمائے اور اپنی بارگاہ میں قبولیت کا درجہ بخشے۔ آمین! (مرتب: سراج احمد خان)

سیالکوٹ میں شب بیداری پروگرام

26 اور 27 نومبر 2011ء کی درمیانی شب سیالکوٹ کی دو مقامی تنا‌ظیم سیالکوٹ شمالی و جنوبی کے زیر اہتمام الہدیٰ لائبریری محلہ اسلام آباد میں ماہانہ شب بیداری کا اہتمام کیا گیا، جس میں دونوں تنا‌ظیم کے رفقاء کے علاوہ احباب نے بھی شرکت کی۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز بعد نماز مغرب عرفان ڈار کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ بعدازاں محمد شمویل نے ایمانیات کے موضوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ ایمان کو دل میں جاگزیں کرنا ضروری ہے اور یہ تب ہوگا، جب ہمیں خالق و مالک اور حاکم حقیقی کا صحیح تعارف ہو، اور ہم اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کی قدرت اور اس کی حکمتوں اور صناعیوں پر غور کریں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام نے اسباب کی نفی نہیں کی۔ آپ اسباب ضرور اختیار کریں، لیکن یقین کامل اسباب پر نہ ہو، رب کی ذات پر ہو۔ چنانچہ انبیاء کرام ؊ نے سب سے پہلے ایمان و یقین ہی کی دعوت دی۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ تمہارے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، اگر وہ ٹھیک ہو تو سارا جسم ٹھیک ہوگا اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہوگا، اور جان لو کہ وہ دل ہے۔ جس طرح جسم بیمار ہوتا ہے، اسی طرح روح بھی بیمار ہو جاتی ہے۔ جسم کے علاج کے لیے جس طرح ہر قسم کے ڈاکٹر موجود ہوتے ہیں، اسی طرح روح اگر بیمار ہو تو اس کے علاج کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ قرآن حکیم روح کی غذا ہے۔ اِسی طرح دینی محفلیں بھی روح کی غذا بنتی ہیں۔ شیطان نہیں چاہتا کہ ہم ایسی محافل میں شریک ہو کر اپنی روح کو طاقتور کریں۔ اُن کے خطاب کے بعد قریبی مسجد میں نماز عشاء ادا کی گئی۔ بعدازاں رفقاء و احباب دوبارہ الہدیٰ لائبریری میں جمع ہوئے تو حافظ نعیم صفدر بھٹہ نے "نظم جماعت کی پابندی اور اس سے رخصت اور معذرت" پر تفصیلاً گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جان و مال سے جہاد ضروری ہے۔ یہ کام اکیلا فرد انجام نہیں دیا جا سکتا، اس کے لیے جماعت درکار ہے، جو سمع و طاعت کے اصول پر استوار ہو۔ یعنی امیر کی بات سنی اور مانی جائے۔ انہوں نے کہا کہ معذرت پیش کرنا کمزوری کی علامت ہے۔ اسی لیے قرآن میں اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ ان میں سے جو آپ سے رخصت طلب کرے، تو جسے چاہیں آپ رخصت عطا فرما دیں، لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ آپ ان کے لئے استغفار بھی کریں۔ نعیم صفدر بھٹہ نے کہا کہ ہمیں چاہیے کہ اللہ کے کام کے لیے کمر ہمت کس لیں۔ اللہ بہت قدردان ہے۔ وہ ہمارے کام سمیٹ دے گا۔ جب بھی ہمیں جماعت کی طرف سے کوئی بلاوا آئے تو خوشدلی سے اس پر لبیک کہیں۔ اس کے بعد سالانہ اجتماع میں شامل ہونے والے بعض رفقاء نے اجتماع کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کئے۔ ان رفقاء میں عدنان عظمت، عفان شعیب، ظہیر احمد تہامی، ظفر اقبال، اعجاز قمر، وقاص یونس، اشفاق احمد، اکرام الحق، ذیشان اسلم، محمد شمویل، فیصل وحید شیخ، عدنان مغل، پرویز اکرام بھٹی، احمد بلال، خالد یعقوب، محمد عادل قریشی، عبدالقدیر بٹ اور اعجاز عنصر شامل ہیں۔ تاثرات کے بیان کے دوران ہی کھانے کا وقفہ کیا گیا۔ اس کے بعد نظم جماعت کے متعلق مذاکرہ کا اہتمام کیا گیا، جسے راقم نے کنڈکٹ کیا۔ مذاکرے میں نظم تنظیم، بیعت امیر، امیر کی نافرمانی، سمع و طاعت اور جماعت وغیرہ کو موضوع گفتگو بنایا گیا۔ رات پونے گیارہ بجے یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: اعجاز عنصر)

person to embrace Islam. We have to keep this aspect in mind that if Muhammad (SAW) was just another preacher but himself devoid of sound deeds, things would have been different. A man's words only influence the other if they are backed by practical examples.

Coming back to the present age, we have a large number of motivational orators and preachers who ignite a flame within our hearts to do good and encourage others towards the same. It all cools down as time passes by and we revert back to our previous position. This is because the religious speakers we try to inspire ourselves from simply teach large volumes of theoretical knowledge and nothing else. Even Iblees had knowledge. He is infact a scholar. And it was his vast knowledge which made him reject Allah's Command to prostrate before Man because he did not have the spirit of obedience in him, which comes only after training. We as men have been advised by Allah to be obedient to Him and follow His Final Prophet (SAW).

Therefore, a remarkable shift in the methodology of imparting religious education should take place. A child must first be taught basic manners and etiquettes extracted from The Qur'an and the books of sahih hadith touching upon Aadaab. When the soil will be right, only then should the seed be embedded in it and watered. Presently, the case is absolutely different. The soil is polluted and we are sprouting up weeds in haste. The spirit of our deen emphasizes the importance of quality rather than quantity. We have scrambled up our priorities: Knowledge of deen is definitely compulsory but the most basic item is the planting of a seed of good character right after birth, which will grow up with time as understanding of The Qur'an will keep watering it. We need fine men to be the vicegerents of Allah on this Earth, not programmed robots who just fulfill formalities and later on err disastrously.

"رسولِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم"

کے عنوان سے

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کے 1981ء میں پاکستان ٹیلی ویژن پر نشر ہونے والے تمام خطاباتِ سیرت

اب ایک DVD میں دستیاب ہیں

DVD درج ذیل خطابات پر مشتمل ہے

1۔ نبوت و رسالت اور اس کا مقصد
2۔ تاریخ نبوت
3۔ ختم نبوت اور اس کے لوازم
4۔ حیات نبویؐ قبل از آغاز وحی
5۔ مکی دور: دعوت، تربیت اور تنظیم
6۔ مکی دور: ابتلاء کی انتہا اور ہجرتِ مدینہ
7۔ اندرونِ عرب انقلابِ نبویؐ کی تکمیل
8۔ انقلابِ نبویؐ کے بین الاقوامی مرحلے کا آغاز
9۔ انقلاب دشمن طاقتوں کا خاتمہ (خلافت صدیقی)
10۔ انقلابِ نبویؐ کی توسیع خلافت فاروقی و عثمانی
11۔ اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ کے اہم خدوخال
12۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے تعلق کی بنیادیں اور نبوی مشن کی تکمیل اور ہمارا فرض

ملنے کا پتہ: مکتبہ خدام القرآن لاہور

K-36، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون: 3-042-35869501 maktaba@tanzeem.org

خلافت فورم

☆ کیا اداروں کے درمیان تصادم ہونے کو ہے؟
☆ پارلیمنٹ سپریم ہے، حکومت کا یہ دعویٰ کس حد تک درست ہے؟
☆ آرمی چیف اور ISI کے سربراہ کی برخواستگی کی افواہوں میں کیا حقیقت ہے؟
☆ عدالتی احکامات پر عمل درآمد نہ کرنے یا آرمی چیف کو برطرف کرنے کی صورت میں اپوزیشن جماعتوں کا ردِعمل کیا ہوگا؟
☆ کیا چیف جسٹس افتخار محمد چودھری بے نظیر قتل کیس کی تحقیقات میں رکاوٹ ہیں؟
☆ حکومتی اداروں میں ممکنہ ٹکراؤ کی حالیہ صورتِ حال سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟
☆ نظام خلافت میں فوج اور عدلیہ جیسے اہم اداروں کا مقام کیا ہوگا؟

ان سوالات کے جواب تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ
www.tanzeem.org "خلافت فورم" میں دیکھیئے

تجزیہ نگار : جناب نذیر احمد غازی (سابق جسٹس لاہور ہائیکورٹ)
جناب ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان : وسیم احمد

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء و تجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش: شعبہ سمع و بصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

Solution to the root cause of our collective downfall

We are living in a society marred by moral and ethical decadence where men and women of all ages practically spend their whole day in backbiting, denunciation, looking for faults in others, slander, abuse. And the disturbing aspect of all this is that they do not realize they are doing so.

In Pakistan, we notice that parents who want their children to get well-versed with deen enroll them into madrassahs or simply hire a qari for home tuition. In both cases, children are set on track by teaching them the basic letters of the Arabic alphabet, small word formations and gradually they move on to The Qur'an itself. In most of these cases, the child is encouraged to memorize the text as it is and by the time he has completed his brief journey, he is adorned with garlands and sweets and that's the end of it. Eventually one day we shock ourselves by hearing news such as, and I beg your pardon for mentioning, "*Child molested by madrassah cleric*", "*Maulvi kills disobedient student*", etc. These flashing tickers on the screen every other day receive millions of condemnations and curses. A viewer who might be very conservative will hide his face in regret and shame whereas those who are on the lookout for such opportunities to malign our deen leave no chance to come out and speak against the alleged 'madness' which religion puts an ordinary human into. Then we have our own esteemed brothers who sport beards, have their shalwars above their ankles and yet use dirty language. In our social psyche, a new phrase has become common, *"Ye maulvi hay, isse mohtat rehna"* (*He is a maulvi, be careful of him*). Sadly, I am an eyewitness to many such incidents. People who are observant of deen are the ones ridiculed the most. Not because of following the sunnah, rather for their hypocrisy and double standards. Why did this situation have to come about?

Let us shift back in time for a while to the scorching sands of Arabia during the Days of Ignorance: Men burying their daughters alive, waging battles over little disputes and leaving no stone unturned in reviling against their non-favored ones. Here emerged Muhammad (SAW) in all his mercy. Before he announced prophethood, for 40 years the Prophet (SAW) only lived as an ordinary citizen among his people. Having a repute as an honest (Al-Ameen) and truthful (Al-Sadiq) person, he was honored to preside over affairs, be they devotional, personal or related to business, with discipline and moderation. This can be evident from the fact that the Prophet (SAW) was hailed as a fine businessman by the Arab community and his technique of persuasive but honest tradecraft was exactly the thing which won the heart of Ummul Momineen Hazrat Khadija (RA). There were many other top notch traders in Arabia at the time but it was Muhammad (SAW) who was distinct from the rest, for he was a unified embodiment of all good that can possibly be expected from a person. And so when one day he anxiously shared with Khadija (RA) about his experience in the Cave of Hira, it was his integrity which made her readily believe his words; she thereby became the first